نشاۃ اسلامیہ کا علمبردار علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

سرپرست

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

مدیر

سمیع الحق

پی این ایس سی کے لئے قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

اب جبکہ پی این ایس سی کے جہاز دنیا کے تمام بڑے بندرگاہوں میں پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں ہم اپنی کارکردگی میں کوئی کسر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہمیں اپنے تمام تر وسائل اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر قوم کو بہتر سے بہتر خدمت فراہم کرنا ہے۔

اس مقصد کے حصول کیلئے ہم پوری لگن کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ ہونے کے اعزاز نے ہمیں ایک ایسا ولولہ بخشا ہے جس نے قوم کی طرف سے عائد کی ہوئی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ہمیں کامیاب کیا ہے۔

Paragon ● PNSC-15

(PID Islamabad)

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ	-/۴۰ روپے	
فی پرچہ	چار روپے	
بیرون ملک	بحری ڈاک	چھ پونڈ
بیرون ملک	ہوائی ڈاک	دس پونڈ

سمیع الحق استاد دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

دہلی کا

شیخ الہند سیمینار

ادارہ

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی یاد

تاریخ نے ہر دور میں انسانیت کے سامنے کچھ ایسی عبقری شخصیتیں بھی پیش کی ہیں جن کا بلند کردار ان کے نام کا معنیٰ ہو کر رہ گیا ہے۔ رستم کے نام سے بہادری اور حاتم کے نام سے سخاوت کے نقوش ابھرنے لگتے ہیں سالار قافلۂ حریت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیوبندی بھی تاریخ کے ان نادرۂ روزگار شخصیتوں میں سے ہیں جن کا نام آتے ہی جرأت و استقامت، ہمت و شجاعت، ایمان و غیرت، علم و حلم، زہد و تقویٰ، دعوت و تبلیغ تدریس و تصنیف، شروح و حواشی، تاریخ و سوانح، ایثار و قربانی، جہاد مسلسل، جذبۂ حریت، اعلاء کلمۃ اللہ، برطانوی سامراج اور فرنگی سیاست کے خلاف منصوبہ بندی پر پروگرام ایک واضح لائحہ عمل، اسلامی اقدار کا فروغ، جامعیت و اجتماعیت، اور ہمہ جہتی خیر و صلاح کے نقوش نام کے معنیٰ لازم بن کر آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔

گو شیخ الہند مولانا محمود حسن بظاہر ایک شخصیت کا نام ہے مگر شخصیت کی جامعیت اور ہمہ جہتی حیثیت کے پیش نظر اب "شیخ الہند" ایک تحریک کا عنوان ایک مشن اور ایک طرز فکر کی علامت، ایک انقلابی جماعت کی قیادت، علماء ربانی اور رجال حقانی کی سیادت، ایک دبستان علم و فن کا نشان، قومی اقدار اور ملی روایات کے ترجمان، اور مشرق و مغرب کے ہزارہا عوام و خواص اور علماء و فضلاء کی مرکز عقیدت کا نشان بن چکا ہے۔

قدرت نے آپ کو ان تمام صفات و خصوصیات سے نوازا۔ ایک جامع کمالات شخصیت کی تعمیر کے لئے ضروری ہوتے ہیں اگر ایک طرف فیاض ازل نے انہیں مسند تدریس کی صدر نشینی، سیاسی سٹیج کی مسند نشینی اور مجاہدہ و ریاضت کدہ کی خانقاہ نشینی کے اعزاز سے نوازا تو دوسری طرف عالمانہ وقار و نکتہ سنجی، مجاہدانہ جوش اور عابدانہ انکسار و تواضع آفرینی کی لازوال دولت سے بھی مالا مال فرمایا۔ شریعت و طریقت اور سیاست غرض جس میدان میں بھی اترے گوئے توفیق و سعادت ان ہی کے نام نکلی۔

شریعت نے ان میں جمعیۃ کی روح پھونکی، طریقت نے ان میں جامعیت کی لہر دوڑائی اور خالص اسلامی سیاست نے انہیں اجتماعیت کے عظیم مقام پر لا کھڑا کیا۔

شیخ العرب و العجم مولانا حسین احمد مدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا محمد انور شاہ کشمیری، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا

شبیر احمد عثمانی ، مولانا عزیر گل اسیر مالٹا ، مولانا مفتی محمد شفیع ، مولانا قاری محمد طیب ، مولانا مفتی محمود ، مولانا محمد یوسف بنوری ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ اور مولانا محمد منظور نعمانی اور ان جیسے صدہا اعیان علم وعمل شیخ الہند کے مشن کے ستون ہیں تو عرف شذی ، ترجمان السنہ ، کفایت المفتی ، فیض الباری ، فتح الملہم ، فضل الباری ، سیرۃ المصطفیٰ ، بیان القرآن ، فوائد عثمانیہ ، معارف القرآن ، امداد الفتاویٰ ، احکام القرآن ، معارف السنن ، اعلاء السنن پھر شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے چار ہزار سے زائد تلامذہ ، مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا قاری محمد طیب کی لازوال تصانیف اسی شیخ الہندؒ کی تحریک کے مختلف جلوے ہیں۔

پاک وہند اور ایشیا میں اسلامی جامعات اور دینی مدارس کا جو عظیم اور وسیع جال پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ درحقیقت شیخ الہند تحریک کے مضبوط قلعے ہیں اور ان کے مشن کی تکمیل کیلئے آدم گری اور مردم سازی کے کارخانے ہیں۔ تحریک استخلاص وطن اور تحریک پاکستان میں علماء کا تاریخ ساز کردار تحریک شیخ الہند کے نتائج ہیں۔

★

اور آج غیرت وحمیت کی سرزمین افغانستان میں دنیا کی سب سے بڑی طاقت روس سے نہتے اور بے سروسامان مگر حمیت اسلامی اور غیرت ایمانی سے سرشار جذبۂ جہاد وسرفروشی سے مالامال افغان مجاہدین جن کی قیادت شیخ الہند کی روحانی اولاد علماء اور دینی مدارس کے فضلاء کر رہے ہیں اور جن میں الحمدللہ اسّی فیصد حصہ دارالعلوم حقانیہ کا ہے جس سرفروشی ، جاں سپاری اور جذبۂ جاں نثاری سے مقابلہ کر رہے ہیں یہ سب تحریک شیخ الہندؒ کی برکتیں اور ان کے مشن کی تکمیلی صورتیں ہیں جو قدرت کیطرف سے افراد ملت کو مرحلہ وار پیش آرہی ہیں۔ ہند وپاک کیا ، دنیائے عالم میں شیخ الہندؒ مشن کی اشاعت ومقبولیت اور غیب سے اس کیلئے رجال کار کی فراہمی سے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کے تکوینی امور میں جوں جوں زمانہ بڑھتا جائے گا تحریک شیخ الہند بھی وسیع تر ہوتی چلی جائے گی۔

★

دہلی میں دسمبر کے پہلے ہفتے میں منعقد ہونے والا شیخ الہندؒ سیمینار بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی اور شیخ الہند مشن کا ایک اشاعتی سلسلہ ہے جس میں دنیا بھر سے آئے ہوئے اکابر علماء ، فضلاء ، سکالرز ، ادیب اور اہم تاریخی اور سیاسی شخصیتوں نے انہیں خراج عقیدت پیش کیا اور تحریک شیخ الہندؒ کے مختلف پہلوؤں پر مقالے پڑھے۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہٗ اور ان کے رفقاء نے جس وسیع اور عظیم پیمانے پر سیمینار منعقد کیا اور اس کے لئے انتظامات کئے یقیناً اس لحاظ سے وہ پوری قوم کیطرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ باری تعالیٰ انہیں اس کے بدلے مزید علمی وروحانی ترقیات اور قومی وملی خدمات کے بہترین

مواقع عطا فرمائے مگر ؏ تو گر بحمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے۔

وہ یہ کہ حضرت شیخ الہندؒ غیرت وحمیت کے پیکر اور باطل کیلئے ننگی تلوار تھے۔ آپ نے تمام عمر مداہنت حالات سے مصالحت، ذاتی مفادات، وقتی حالات اور گروہی وجماعتی تعصبات سے بالاتر رہ کر استخلاص وطن حریت و آزادی، وحدت امت اور اتحاد ملت کیلئے کام کیا۔ آپ کی زندگی کا ہر پہلو اشاعت علم، جوش جہاد، ذوق عمل، ہمت باطنی، وسعت اخلاق، مجاہدانہ سیرت سے معمور، جذبات عمل سے لبریز اور اخلاص وللہیت سے بھرپور نظر آتا ہے آپ نے علم کو عمل کے ہر ہر گوشے میں ڈال کر اسے عملی سانچوں میں پیش کیا۔

لہٰذا حضرت شیخ الہندؒ کے نام لیواؤں، تحریک شیخ الہندؒ کے علمبرداروں اور شیخ الہندؒ مشن کی تکمیل کرنے والوں کو بھی لازمی طور پر اپنے فکر ونظر، علم وعمل، سیاست وقیادت، دعوت وتحریک، اتحاد وتفریق میں بھی حد درجہ حزم واحتیاط، تدبیر وفراست، نقطہ رسی اور دور اندیشی سے کام لینا ہوگا۔ وسیع النظری رواداری، کسی تاریخی یادداشت اور محض سیاسی ضرورت کو ملحوظ رکھ کر ایسے ہر اقدام سے گریز کرنا پڑے گا جس سے حضرت شیخ الہند کی شخصیت داغدار ہو یا ان کی تحریک اور مشن اسلامی روایات اور اخلاقی اقدار کو نقصان پہنچتا ہو۔

آج سب کو اعتراف ہے کہ جہاد افغانستان میں جو لوگ نہتے ہاتھ بے سروسامانی کی حالت میں انسانی اور اخلاقی قدروں کے دشمن روس جو افغانستان کے راستے گرم پانیوں بلکہ خلیج عرب اور خاکم بدہن آگے چل کر مرکز اسلام جزیرۃ العرب کو اپنی تگ وتاز کا میدان بنانا چاہتا ہے، کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ عزت وآبرو لٹوا کر سفر ومہاجرت کی صعوبتیں برداشت کرکے اپنے بچوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے کٹوا کر فقر وفاقہ کو خندہ پیشانی سے برداشت کرکے دین حق کی حفاظت اور اہل کفر کے استیصال وتعاقب میں مصروف عمل ہیں یہ سب حضرت شیخ الہندؒ کا صدقہ جاریہ، ان کے شاگردوں کے شاگرد (علماء دیوبند اور فضلائے حقانیہ) ان کا علمی وعملی فیض ان ہی کے جوش عمل اور جذبۂ جہاد کا لگایا ہوا پودا ہے جو ثمر آور ہو کر پھل پھول رہا ہے۔

انگریز سی۔ آئی۔ ڈی کے ایک رپورٹر نے لکھا تھا:

"وہ (یعنی شیخ الہند مولانا محمود الحسن) بوڑھے حاجی صاحب ترنگ زئی کو جھنجھوڑتا ہے۔ کہ وہ ایسی دیا سلائی روشن کریں جس سے سارا سرحد شعلہ زار بن جائے۔"

اس نوٹ کے لکھنے والے انگریز سی۔ آئی۔ ڈی کو یہ دیکھنا نصیب نہ ہو سکا کہ حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک کے صدقے سرحد تو آزادی کا لالہ زار بن چکا ہے لیکن یہ دیا سلائی تو اب جہاد افغانستان کی صورت میں شعلہ جوالہ بن چکا ہے جسکی تپش وسطی ایشیا کی وادیوں اور میدانوں تک میں محسوس کی جارہی ہے، جو ترانے حضرت شیخ الہندؒ اور حاجی صاحب ترنگ زئی کے آزاد مدرسوں میں سنے جاتے تھے آج وہی ترانے افغان مہاجرین کی خیمہ بستیوں کے سکولوں

اور مکتبوں میں سنے جاتے ہیں۔ درحقیقت حضرت شیخ الہندؒ کی تمنائیں اور ان کے حسین خواب آج اس عظیم جہاد کی
شکل میں شرمندۂ تعبیر ہو رہے ہیں۔

مگر ایسے لوگ جنہوں نے اوّل روز سے شیخ الہندؒ مشن کی ناکامی، اہل علم کی تذلیل، روسی انقلاب کی حمایت
ہاد افغانستان کی مخالفت مجاہدین کی مذمت، اتحاد امت کی بجائے علاقائی اور قومی تعصب کی انگیخت کو اپنا
مقصد حیات بنالیا ہو، جن کے کردار و عمل کا ہر زاویہ روسی نظریات کا ترجمان ہو جن کا وجود جسد ملت کیلئے ناسور
ہ، ایسوں کو حضرت شیخ الہند سیمنار کی صدارت کے اعزاز سے نوازنا اور ارباب علم و فضل کی موجودگی میں گھنٹوں
ن کی فوٹوگرافی اور فلمیں تیار کروانا اور ان لوگوں کا اس سیمنار میں برسرعام اس جہاد کو اسلام اور کفر کی جنگ نہ قرار دینا
ارہی ناقص رائے میں شیخ الہندؒ کی روح کو اس سے کوئی خوشی حاصل نہیں ہوئی ہوگی۔ اور نہ اسے شیخ الہند مشن سے
ئی زیب اور مناسبت ہے اور خدا نہ کرے کہ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ
ے علوم و معارف اور تحریک و پیغام کے علمبرداروں سے بھی ایسی غلطیاں سرزد ہونے لگیں جس سے منزل قریب
ہنے کی بجائے بعید سے بعید تر ہوتی چلی جائے۔ والعیاذ باﷲ۔

اگر افغانستان کے میدان کارزار میں روسی کارمل فوج کے سپاہیوں، کمیونسٹ نوازدل خلقی و پرچمی کارکنوں
روسی سامراج کے ایجنٹوں سے لڑنا عین جہاد اور تقاضائے دین و ایمان ہے تو پھر دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی لادین
صر میں یا اس شجرۂ خبیثہ کی جڑیں پھیلی ہوئی ہیں۔ سب کی بیخ کنی یعنی کفر کی ملت واحدہ کی بنیاد متزلزل کرنا ملت اسلامیہ
خدا و رسولؐ نے بنیان مرصوص اور جسد واحد قرار دیا ہے کے جسور و غیور افراد کا اوّلین فریضہ ہے۔ آج جب کہ
ی سامراجیت اور ان کی ہمنوائی اسلام اور اہل اسلام اور عالم اسلام کیلئے ایک گالی، ایک چیلنج اور ایک
فکریہ ہے۔ اس نازک مرحلہ پر ہمارے طرز عمل سے اپنے فریضہ کی ادائیگی اور مسئولیت خداوندی سے عہدہ برآ
نے کی شان ظاہر ہونی چاہیئے۔ اس بارہ میں ذرہ بھی تردد، تذبذب، حکمت عملی سیاسی ضرورت اور مصلحت بینی
وقت بھی قوم اور ملک و ملت کیلئے نقصان اور خسارے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

الحق ماہ دسمبر ۱۹۸۵ء جلد کا شمارہ نمبر ۳ ہے غلطی سے شمارہ نمبر ۲ لکھا گیا ہے۔ تصحیح فرمالیں
تاکہ جلدبندی میں پریشانی نہ ہو۔ (ادارہ)

گورنمنٹ آف پاکستان

آفس آف دی چیف کنٹرولر آف امپورٹس اینڈ ایکسپورٹس

اسلام آباد

۲۷ر جنوری ۱۹۸۶ء

امپورٹ ٹریڈ کنٹرول

پبلک نوٹس

عنوان :- درآمد زیر یوایس ایڈ لون نمبر 187-K-391 اور 193-K-391 برائے زرعی اشیائے صرف آلات اور توانائی کے اشیاء صرف و آلات پروگرام

نمبر :- 1-IMP/(86)2 . درآمد کنندگان کی اطلاع کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ یوایس ایڈ لون نمبر 187-K-391 اور 193-K-391 کے تحت محدود فنڈز میسر ہیں جس کے تحت یوایس اے سے زرعی اشیاء صرف و آلات اور توانائی کے اشیاء صرف و آلات موجودہ درآمد کنندگان پالیسی آرڈر 1985 کے مطابق اجازت ہے "پہلے آئیں پہلے پائیں کی بنیاد پر" ۔

حبیب بینک لمیٹڈ اور یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ کو مندرجہ بالا پروگراموں کے متعلق لیٹر آف کریڈٹ کے نامزد کیا ہے ۔ سٹیٹ بینک آف پاکستان نے پہلے ہی سے فارن ایکسچینج سرکلر نمبر 13 مورخہ 9 جون کو جاری کیا ہے ۔

خواہشمند درآمد کنندگان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ قانونی اشیاء کو لائسنس فارمز پر لائسنسنگ کارنر پر اپنے متعلقہ بینکوں میں 2 فی صد لائسنس فیس کے ساتھ بمطابق امپورٹ پالیسی آرڈر 1985 پیش کریں ۔

حیدر رضا

ڈپٹی کنٹرولر

برائے چیف کنٹرولر امپورٹس اینڈ ایکسپورٹس

PID(I) 3353 /12

فائل نمبر LN-85/(9)1

بیابہ مجلسِ شیخ الحدیث

افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

ضبط وترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی

صحبتے با اہل حق

مکتوباتِ نبویؐ | یکم دسمبر ۱۹۸۵ء ــــ حسب معمول مجلس شیخ الحدیث میں حاضر ہوا ۔ لاہور کے حضرت
نا غلام مصطفیٰ (جامع مسجد سعدی پارک مزنگ لاہور) کی بھیجی ہوئی کتاب "مکتوباتِ نبوی" حضرت شیخ الحدیث
ؒ کی خدمت میں پیش کی ، طباعت عمدہ اشاعت پر بڑے خوش ہوئے ۔ جگہ جگہ سے اور مضامین سنے
شاد فرمایا ؛

خدا جزائے خیر دے کہ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب نے مکتوباتِ نبوی کو بڑے عمدہ اور شاندار طریقہ سے
یا ہے ، معلوم ہوتا ہے اللہ کریم ایسی نادر اور گرانقدر علمی چیزوں کو مسلمانوں تک پہنچا کر اتمام حجت کرنا چاہتے
کتاب کا جدید انداز ، کافی مواد اور جامعیت ، ایک بہت بڑا کارنامہ ہے ۔ اس میں وہ مکتوبات بھی آ سکتے
نایاب تھے اور تاریخ کی کتابوں میں ان کا نام تک باقی رہ گیا تھا ۔ بڑے قیمتی موتی ہیں ، نایاب جواہر ہیں ۔ جو
، نے یکجا جمع کر دئے ہیں ۔ یہ کتاب دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی اور نجات کا بہترین وسیلہ ہے ــــ جن
ت نے اسکی تصنیف و تالیف اور اشاعت کی مساعی میں حصہ لیا ہے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں صاحب
نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اور کمالات کو قصیدہ کی شکل میں مدوّن کیا ۔ تو خدا تعالیٰ نے بڑے انعامات
ت سے نوازا مولانا غلام مصطفیٰ صاحب اور ان کے رفقاء نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات کو جس
اسلوب اور عمدہ طریقہ سے شائع کیا ہے ۔ اور جن حضرات نے معاونت کی ہے ۔ اور جو حضرات اس کا مطالعہ
یں اور کریں گے ۔ خدا تعالیٰ اسکی برکت سے انہیں دنیا اور آخرت کی کامیابیوں اور سرخروئیوں سے نوازے گا ۔
، ہمیں اور سب کو اس کتاب سے استفادے کا اہل بنا دے ۔

فضلائے حقانیہ دیوبند کے امین ہیں ۔ | ۹ دسمبر ۱۹۸۵ء ــــ حسب معمول بعد العصر
شیخ الحدیث میں باریابی حاصل ہوئی ۔ مہمانوں کا ہجوم تھا ۔ حاضرین باری باری اپنی اپنی بات عرض کر رہے تھے ۔
ـ بنوں سے دارالعلوم حقانیہ کے ایک فاضل مولانا نور زمان نے اپنا تعارف کرایا ۔ تو حضرت شیخ الحدیث
ـ ارشاد فرمایا ۔ ماشاء اللہ آپ کا نام بھی نور زمان ہے ۔ اور اگر عملاً بھی علوم نبوت کی تدریس واشاعت
ان بن گئے تو اسم با مسمّٰی ہو جاؤ گے ۔ الحمد للہ آج دارالعلوم کے فضلاء کے بارے میں بڑی تسلی بخش خبریں

موصول ہو رہی ہیں جہاں پہنچتے ہی وہاں نور پھیلتا ہے۔ اور خیر و برکت کا ورود ہوتا ہے۔ یہ سب مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی ہیں جو دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں اسکی روحانی اولاد کو حاصل ہو رہی ہیں۔

تدریس کی نعمت کی قدر کریں۔ بہت بڑی نعمت ہے تنخواہ کا خیال نہ کریں دنیا سے اعراض کریں صبر کریں آج اگر دنیا کو ٹھوکر مارو گے تو کل خود پاؤں پڑکر منائے گی۔ ہمارے لئے اللہ کا علم دین اور پھر تدریس و خدمت دین کے مواقع مہیا کرکے بہت بڑا احسان ہے اگر ساری زندگی مسجدوں میں گذر جائے ہر زبان بن کر خدا کی ذاکر و شاکر بن جائے تو اللہ کا شکر نہیں ادا کیا جا سکتا۔

حلِ مشکلات کا ایک وظیفہ ۱۰ دسمبر ۱۹۸۵ء ـــــ پنجاب سے مہمانوں کی ایک جماعت حاضر خدمت تھی رخصت ہوتے وقت دعا کی درخواست کی اور حلِ مشکلات کیلئے ورد اور وظیفہ طلب کیا تو حضرت شیخ الحدیثؒ مدظلہ نے ارشاد فرمایا:

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَیْهِ۔

شب و روز میں کسی وقت بھی موقعہ ملنے پر ۵۰۰ مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ یہ ضروری نہیں کہ سارا ایک ہی وقت میں پڑھا جائے وقفے وقفے سے بھی ۵۰۰ مرتبہ کی تعداد ۲۴ گھنٹے میں پوری کی جا سکتی ہے۔

احادیث میں اس کو جنت کی کنجی قرار دیا گیا ہے۔ جنت آرام و آسائش اور نعمتوں اور بھلائیوں کی جگہ ہے۔ اس وظیفہ سے جنت کا راستہ بھی آسان ہو جائے گا۔ اور دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ مشکلات آسان فرما دیں گے۔ ہر مشکل کیلئے مفید اور مجرب ہے ـــــ بعض احباب ایک روز پڑھ کر دوسرے روز نقد ثمرہ مانگتے ہیں۔ حالانکہ بات ایسی نہیں، یقین، اعتماد علی اللہ اور مداومت لازمی ہے۔ قرضوں کی کثرت، مالی مشکلات، دینی معاملات تبلیغی اور تصنیفی کام، تعلیمی مشاغل، امتحانات میں کامیابی اسکی برکت سے اس نوع کے عقدے اللہ پاک حل فرماتے ہیں۔

حلِ مشکلات کیلئے ہمارے اکابر نے ایک دوسرا وظیفہ یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ وضو کرکے روزانہ قبلہ رخ ہو کر ۵۰۰ مرتبہ درود شریف پڑھا جائے۔ درود کی کوئی خاص قید نہیں ہے۔ البتہ درود ابراہیمی تو سب کو یاد ہے اور نماز میں بھی پڑھا جاتا ہے۔ اس کا پڑھنا آسان رہے گا ہمیشہ کا یہ عمل بھی حلِ مشکلات میں مجرب ہے۔ اصل چیز یقین اعتماد علی اللہ اور مداومت ہے۔

خارش اور پھوڑا پھنسی کا روحانی علاج ۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ ـــــ مجلس شیخ الحدیث میں حاضری دی بعض دور دراز علاقوں سے دارالعلوم کے فضلاء حاضر خدمت تھے، طلبہ کا بھی ہجوم تھا۔ شہر کے لوگ بھی آ، جا رہے تھے تعویذات اور دعاؤں کا سلسلہ بھی جاری تھا کہ ایک فاضل نے خارش کی شکایت کی تو ارشاد فرمایا: تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِیْقَةِ بَعْضِنَا یُشْفٰی سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔ اس دعا کو سات مرتبہ پڑھ کر مٹی کے ایک صاف

ڈھیلے پر دم کریں پھر اس ڈھیلے کو جہاں خارش ہوتی ہے۔ یا پھوڑا پھنسی ہے۔ یا زخم ہے وہاں تین مرتبہ پھیر لیا کریں۔ دن میں تین مرتبہ یہ عمل کیا کریں۔ اللہ پاک شفاء عطا فرما دے گا۔

احقر نے سنا تو خواہش ظاہر کی کہ حضرت مجھے بھی اجازت مرحمت فرمائیں۔ میری درخواست پر مسکرا دئیے اور بڑی دلنواز نگاہوں سے شفقت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: تجھے بھی اجازت ہے، حاضرین کو اور سب کو اسکی اجازت ہے۔

طب روحانی اور اعمال قرآنی ۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ ــــ وزیرستان سے آئے ایک مہمان نے عرض کیا، حضرت! اعمال قرآنی ساتھ لایا ہوں، اس میں تعویذات، اوراد اور وظائف میں اجازت مرحمت فرمائیے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے امت پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ روحانی طب کو اعمال قرآنی کے نام سے ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا ہے، آیات اور اسماء الٰہیہ ان کے خواص، برکات، نقوش اور فوائد کی تشریح کر دی ہے۔

حضرت تھانویؒ نے اعمال قرآنی میں جن شرائط اور قواعد اور جس طریقہ کے ساتھ اجازت دی ہے آپ کو وہی ملحوظ رکھنا ہوں گے۔ اور ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے اجازت ہے ــــ احقر کی طرف دیکھا تو مسکرا دئیے اور ارشاد فرمایا سب حاضرین کو بھی اجازت ہے۔

علماء کیلئے حفظ قرآن کی اہمیت اعمال قرآنی میں آیات قرآنی کی ابتداء اور پھر انتہا لکھ دی گئی ہے اسکی وضاحت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانویؒ نے اس لئے ایسا کیا ہوگا کہ کتاب کا حجم نہ بڑھنے پائے۔ جب حجم کم ہوگا تو ارزاں ہوگی اور امت کو سہولت ہوگی۔ مگر امام بخاریؒ اپنی صحیح میں آیت کا حصہ لکھ کر پورے رکوع کا اشارہ کر دیتے ہیں وہاں خیال آتا ہے چونکہ اس زمانہ میں جو بخاری کا طالب علم ہوتا یقیناً وہ حافظ قرآن ہوتا۔ اس تصور سے انہوں نے اختصار اور محض اشارہ پر اکتفا کیا۔ اس لئے علماء اور خصوصاً دورۂ حدیث کے طلبہ کیلئے حفظ قرآن کی اہمیت بھی آشکارا ہو گئی۔

نبوت کی ایک پیش گوئی بنی امیہ کے دور میں پوری ہوئی ۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ ــــ حسب معمول حقائق السنن شرح اردو جامع السنن الترمذی کا مسودہ لیکر حاضر خدمت ہوا، ترمذی کی درج ذیل حدیث پڑھی، مفہوم بیان فرماتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت ابو ذرؓ کو خصوصی نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ابو ذرؓ! میرے بعد کچھ امراء ہوں گے جو نماز کو مردہ کر کے پڑھیں گے۔ مگر تم وقت مستحب پر پڑھنا، پھر اگر امیر نے وقت میں پڑھیں تو اس کے ساتھ تیری نماز نفل ہو جائے گی۔ ورنہ تم اپنی نماز محفوظ کر چکے ہو گے ــــ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی بنی امیہ کے

دور میں پوری ہوئی۔ کہ جب حکمرانوں نے ہر قسم کا ظلم، تشدد، گناہ اور معصیت میں بیباکی اختیار کی مگر نماز کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ حجاج بن یوسف خود امامت کراتا تھا۔ اور اس میں اپنی حکومت اور اقتدار کا تحفظ یقینی سمجھتا تھا۔ بعض امراء نے تو یہاں تک غفلت اور اسلامی احکام سے بے پروائی کی کہ تمام تمام رات دادِ عیش دیتے رہے اور صبح غسلِ جنابت کے بغیر نماز پڑھا دی۔ حکمرانوں کا نماز کی پابندی کے بارے یہ اہتمام صالحین اور عوام میں اہتمام نماز کے دباؤ کی وجہ سے تھا۔ معاشرہ میں صرف نماز ہی ایسی چیز تھی جس سے مومن و کافر کے درمیان امتیاز کیا جاتا تھا۔ حکمران کا ترکِ صلوٰۃ عوام کی بغاوت کا ذریعہ تھا۔۔۔ ایک مسلمان خواہ وہ کسی بھی منصب کا ہو کے بارے یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ جان بوجھ کر نماز قضا کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ اور یہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیش گوئی ہے جو بنی امیہ کے بعض حکمرانوں کے دور میں مشاہدہ میں آئی اور پوری ہوئی۔

مولانا مدرار اللہ مدرار ۔ مردان

قسط ۹

پرویز
منکرِ حدیث ہے یا منکرِ قرآن

ایک تنقیدی جائزہ

(تسلسل کیلئے اکتوبر ۱۹۸۵ء کا الحق ملاحظہ ہو۔)

عصا، ثعبان اور ید بیضا کے معنی (۶۴) فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَاۗءُ لِلنّٰظِرِيْنَ (۷/۱۰۸) اس پر موسیٰ ؑ نے ان قوانین و دلائل کو پیش کیا جن کی بنیاد پر اس نے وہ دعویٰ کیا تھا جنہیں وہ نہایت مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا یہ محکم دلائل اپنی صداقت کے زور سے اس طرح آگے بڑھے چڑھے جا رہے تھے کہ ان کی قوت اور شدت واضح طور پر سامنے آرہی تھی ۔ یہ الفاظ عصا، ثعبان اور ید بیضا کے مجازی معنی ہیں جنہیں ہمارے نزدیک استعارۃً استعمال کیا گیا ۔ (مفہوم القرآن ص ۳۶۶)

مذکورہ آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے :

"پس موسیٰ ؑ نے اپنا عصا ڈال دیا سو دفعتاً وہ صاف ایک اژدہا بن گیا اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا سو وہ یکایک سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا ۔"

ان آیات کریمہ کا پس منظر یہ ہے کہ موسیٰ ؑ فرعون کے دربار میں حاضر ہیں اور اس کو توحید کی دعوت دے رہے ہیں ۔ فرعون مطالبہ کرتا ہے کہ اگر آپ کوئی معجزہ لے آئے ہیں تو اسکو اب پیش کیجئے اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں ۔ موسیٰ ؑ نے اپنا عصا سامنے ڈال دیا تو خدا کی قدرت سے وہ ایک اژدہا بن گیا ۔ اور دوسرا معجزہ یہ دکھایا کہ اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر جب باہر نکالا تو وہ انتہائی روشن اور چمکدار ہو کر نکلا کہ اس پر نظر نہیں ٹھہر سکتی تھی اور جب اپنی آستین میں واپس لے جاتے تو وہ پھر حسب سابق ہو جاتا تھا اور یہ دونوں معجزے وادیٔ مقدس طویٰ پر رات کے وقت پہلی حاضری میں اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے تھے ۔ لیکن پرویز کہتا ہے کہ قرآن کے ان تینوں الفاظ یعنی عصا ۔ ثعبان ۔ اور ید بیضا سے مجازی معنی یعنی قوانین اور دلائل مراد ہیں ۔ غور کا مقام ہے کہ فرعون جیسے متکبر اور مدعی الوہیت نے ان معجزات سے یہ کہہ کر انکار نہیں کیا کہ آپ مجھے الفاظ و دلائل کی قوت سے مرعوب نہیں کر سکتے بلکہ حیرت و تعجب کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہا کہ : اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ (واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے) اور پھر موسیٰ ؑ کے مقابلے کے لئے ملک مصر کے بڑے بڑے ساحروں کو بلایا

اگر موسیٰؑ نے فرعون کے سامنے صرف الفاظ، قوانین اور دلائل پیش کئے تھے تو پھر فرعون کو ان کے مقابلہ کے لئے دانشوروں اور فلاسفوں کا سہارا لینا چاہیئے تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پرویز مذکورہ آیت قرآن کے صریح مدلول اور واضح مفہوم کا نہ صرف انکار کر رہا ہے۔ بلکہ اس کا مکذب بھی ہے۔

(۶۵) وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ (۹/۸۴) کے معنی

ان سے معاشرتی تعلقات بھی منقطع کر لو تاکہ انہیں اور ان جیسے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تم ان کی حرکات کی وجہ سے ان سے کس قدر خفا ہو۔ معاشرتی تعلقات کی ایک صورت میت کی تجہیز و تکفین میں شرکت اور اس کے لئے نیک آرزوؤں کا اظہار بھی ہوتا ہے تم ان کے ساتھ ان باتوں میں شریک نہ ہو۔ (مفہوم القرآن ص ۴۴۱)

پوری آیت یہ ہے: وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔ ترجمہ: اور ان میں سے کوئی مر جائے تو تو اس کے جنازے کی نماز ہرگز نہ پڑھنا اور نہ اسکی قبر پر کھڑا ہونا۔

اس آیت کریمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جاتا ہے کہ اے پیغمبر! آپ منافقوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں۔ ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ نہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھیں نہ اس کی قبر پر جا کر اس کے لئے دعائے استغفار کریں۔

اس آیت میں منافقوں اور کافروں کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ لیکن پرویز نماز جنازہ سے میت کی تجہیز و تکفین میں شرکت اور اس کے لئے نیک آرزوؤں کا اظہار مراد لیتا ہے۔ اور نماز جنازہ کا قائل نہیں جبکہ نماز جنازہ فرض کفائی ہے۔ اور اہل اسلام کا خصوصی شعار ہے۔

پرویز چند ماہ ہوئے اس دنیائے فانی سے رخصت ہو چکا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس کے پیرو کاروں نے اسکی نماز جنازہ پڑھی ہے یا نہیں؟ یا اس کے مذکورہ عقیدے کے مطابق اس کے لئے صرف نیک آرزوؤں کا اظہار کیا ہے۔ اور شاید اس کے ہم خیال اور پیرو کار بھی نماز جنازہ کے قائل نہیں کیونکہ وہ اس کے خیالات و خرافات ہی کو دین سمجھتے ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اتباع پرویز کی جگہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(۶۶) قمیص یوسف علیہ السلام کی تاثیر کا انکار

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا (یوسف ۹۳) اب تم یوں کرو کہ واپس جاؤ اور یہ میری قمیص اپنے ساتھ لے جاؤ جو میری وجاہت اور منصب کی خصوصی نشانی ہے جب تم اسے اباجان کے سامنے پیش کرو گے تو وہ ساری بات سمجھ جائیں گے اور جو کچھ تم کہو گے اس کا یقین کر لیں گے (مفہوم القرآن ص ۵۴۳)

آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے: "تم میرا یہ کرتہ لے جاؤ اور اسے میرے والد کے منہ پر ڈال دو کہ چلا آئے

وہ آنکھوں سے بینا ہو کر۔"

چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے غم فراق میں روتے روتے نابینا ہو گئے تھے۔ اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ میرا یہ کرتہ لیکر تم حضرت والد ماجد کے پاس جاؤ اسے ان کے چہرہ مبارک پر ڈالتے ہی انشاء اللہ ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس پر یہ آیت کریمہ دال ہے۔

فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ ۔ یعنی جب خوشخبری دینے والے نے پہنچ کر اس کے منہ پر وہ کرتہ ڈالا تو اسی وقت وہ بینا ہو گیا — لیکن پرویز حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی اس تاثیر و برکت کا انکار کرتا ہے۔ اور اس طرح وہ قرآنی آیات کے معانی میں تحریف کرنے کا مرتکب ہے۔

تبدیلئ ارض وسموات کا من گھڑت مفہوم | (۶۷) يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۚ (ابراہیم ۴۸) اے رسول! ان سے کہہ دو کہ میری اس دعوت سے ایسا انقلاب قع ہو گا کہ یہ زمین ایک دوسری زمین بن جائیگی۔ آسمان اور آسمان بن جائے گا یہ زمین و آسمان بدل جائیں گے۔ موجودہ ، جگہ ایک نیا معاشرہ وجود میں آئے گا اور تمام لوگ اس خدا کے سامنے ابھر اور نکھر کر آجائیں گے جس کے قانون کے دا اور کسی کا قانون نہیں چل سکتا۔ ہمارے نزدیک اس سے مراد وہ انقلاب ہے۔ جو نبی اکرمؐ کے ہاتھوں اس معاشرہ ، رونما ہوا۔ اور جس نے سب کچھ تہہ و بالا کر کے رکھدیا تھا۔ اس اعتبار سے ہم نے ان کے مجازی معنی لئے ہیں —
فہوم القرآن ص ۵۸۰)

آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے: "جس دن زمین اس زمین کے سوا اور ہی بدل جائے گی اور آسمان بھی اور سب ،سب اللہ واحد غلبے والے اللہ کے روبرو ہوں گے۔"

مذکورہ آیت میں قیامت کے احوال کا ذکر ہے کہ اس دن اس زمین کی جگہ ایک اور زمین لائی جائیگی۔ اس ، یہ موجودہ آسمان بھی بدل دئے جائیں گے۔ صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، سفید صاف زمین پر لوگوں کا حشر کیا جائیگا جیسے میدے کی سفید ٹکیا ہو۔ جس پر کوئی نشان اور اونچ نہ ہو گی۔
لیکن پرویز اس آیت کے حقیقی معنوں سے انکار کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پا کردہ معاشرہ اور انقلاب مراد ہے۔ وہ ہر جگہ قرآنی آیات سے خود ساختہ مجازی معنے مراد لیتا ہے۔ یہاں بھی نے مذکورہ آیت کے معنوں میں تحریف کر کے اس سے اپنے من گھڑت مجازی معنے مراد لئے ہیں۔ پرویز قیامت ں مانتا اس لئے اس نے مذکورہ آیت سے جو احوال قیامت سے متعلق ہے۔ صاف انکار کیا۔

سُبْحٰنَ الَّذِىْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ (۱۷/۱) کے معنی | (۶۸) وہ اپنی سکیم کے مطابق اپنے بندے کو

راتوں رات بیت الحرم (مکہ) سے نکال کر مدینہ کی کشادہ زمین کیطرف لے گیا ۔ ہم نے اس مقام اور اس کے گردوپیش کو بڑا بابرکت بنا دیا ہے ۔ (مفہوم القرآن ص ۶۲۶)

آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے : "پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصٰی تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے ۔ "

اس آیت کریمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کا بیان ہے اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی عزت و عظمت اور اپنی پاکیزگی و قدرت بیان فرماتا ہے کہ وہ اپنی قدرت سے اپنے بندے یعنی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی رات کے ایک حصے میں مکہ شریف کی مسجد سے بیت المقدس کی مسجد تک لے گیا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے سے انبیاء کرام کا مرکز رہا ۔ اس لئے تمام انبیاء علیہم السلام وہیں آپ کے پاس جمع کئے گئے ۔ اور آپ نے وہیں ان ہی کی جگہ ان سب کی امامت کی جو دلیل ہے اس امر کی کہ پیشوائے اعظم اور رئیس مقدم آپ ہی ہیں ۔ صلوٰاتُ اللہِ وسلامہٗ علیہ وعلیہم اجمعین ؎

لیکن پرویز نے آیت مذکورہ کے مفہوم کو یکسر بدل دیا ۔ اور بڑی ڈھٹائی سے کہنے لگا کہ حضور اقدس صلعم مسجد حرام سے بیت المقدس نہیں بلکہ مدینہ تشریف لے گئے ۔ انگریز و یہود سے پوچھو کہ مسجد اقصٰی سے کیا مراد ہے ۔ تو وہ بلا تامل کہیں گے کہ بیت المقدس ۔ لیکن پرویز اپنی جبلی حماقتوں کے سبب آفتاب عالمتاب کو اپنی انگلیوں سے چھپانے کی ناپاک اور احمقانہ کوشش کر رہا ہے ۔ بھلا مدینے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کب مسجد موجود تھی ۔ کہ قرآن نے اسے مسجد اقصٰی کے نام سے پکارا ۔ اور یہ کہ مدینے کو ہجرت نبوی صلعم سے قبل کب کوئی برکت حاصل تھی ۔ قرآن کریم نے قبل ہجرت اسکو اس کے اصل نام "یثرب" سے پکارا ۔ لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے تو وہ "مدینہ" کے لقب سے ملقب ہوا ۔ اور خود قرآن نے "مدینہ" کے نام سے اسے یاد کیا ۔ آیت کریمہ : لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ۔ (اگر ہم مدینہ واپس گئے) اس حقیقت پر دال ہے ۔

پرویز قرآن کے بیان کردہ معجزات نبوی صلعم اور خارق عادت امور کو نہیں مانتا ۔ اور قرآن کی آیتوں میں معنوی تحریفات کر کے ان کے حقیقی معانی کے انکار پر مصر ہے ۔

اصحٰب کہف سے متعلق آیتوں میں تحریف

(۶۹) وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ (۱۸/۱۸) وہ دشمنوں کی مخالفت کی وجہ سے اپنی حفاظت کے بارے میں اس قدر محتاط تھے کہ وہ نیند کے وقت بھی اس سے غافل نہیں رہتے تھے بلکہ اس طرح چوق و بند سوتے تھے جس سے دیکھنے والوں کو یہ محسوس ہو کہ وہ جاگ رہے ہیں ۔ مزید احتیاط کی غرض سے وہ ہماری دی ہوئی بصیرت کے مطابق غار میں اپنی پوزیشن بدلتے رہتے تھے کبھی غار کے دائیں جانب ہو جاتے کبھی بائیں جانب —
(مفہوم القرآن ص ۶۶۱)

آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے: "تو خیال کرے گا کہ وہ بیدار ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور خود ہم ہی انہیں دائیں بائیں کروٹیں دلایا کرتے ہیں۔"

یہ غار والے نوجوان موحد تھے۔ اس زمانے کے بادشاہ کا نام دقیانوس تھا۔ بڑا سرکش اور سب کو شرک کی تعلیم دیتا۔ اور سب سے بت پرستی کراتا تھا۔ یہ نوجوان پکے موحد تھے بادشاہ کے ڈر سے شہر سے بھاگ نکلے اور پہاڑ کے غار میں چھپ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کی اور مدتِ دراز تک اس غار میں سوتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں بیدار کیا۔

لیکن پرویز قرآن کی اس صداقت کو ماننے کیلئے تیار نہیں کہ وہ مدتوں نیند کی حالت میں زندہ رہے جس وجہ سے وہ اصحابِ کہف والی آیتوں میں بیدریغ من گھڑت اور احمقانہ تاویلیں کر رہا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ پر بہتانِ عظیم | قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے اور حضرت مریمؑ نے نہ شادی کی تھی اور نہ کسی مرد نے اسے چھوا تھا۔ ویسے تو قرآن کریم میں جابجا اس حقیقت کا تذکرہ موجود ہے، لیکن سورہ مریمؑ میں ایک پورا رکوع اس مقصد کے لئے وقف کیا گیا ہے۔ اس رکوع کی بائیس آیتوں میں حضرت عیسیٰؑ کی بن باپ پیدائش کے واقع کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن پرویز نے جو سب سے بڑا منکرِ قرآن ہے۔ اس حقیقتِ باہرہ سے صاف انکار کیا ہے۔ اور حضرت مریمؑ سے متعلق ان تمام آیات کے معانی میں بڑی دیدہ دلیری اور دریدہ دہنی کے ساتھ احمقانہ اور گستاخانہ تحریفات کی ہیں اور اپنی جبلی حماقتوں کا زبردست مظاہرہ کیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ صدیقہ پر ہولناک اور اسلام سوز بہتانِ عظیم لگایا ہے۔ ہم اختصار کی خاطر اس کا صرف ایک اندراج ذیل میں درج کرتے ہیں:

"ایک شخص ہیکل کے احبار و رہبان کی تنبیہہ و تخویف کے باوجود مریم کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند ہو گیا۔ مریم کے ہونے والے بچے کا حمل قرار پا گیا۔ اس پر ان دونوں نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ گاؤں سے کہیں دور چلے جائیں تاکہ بچے کی ولادت کسی ایسی جگہ ہو جہاں ان کی جان پہچان کا کوئی نہ ہو۔ اور یوں وہ احبار و رہبان کے طعن و تشنیع کے نشتروں سے محفوظ رہیں۔" (مفہوم القرآن ص ۶۸۹)

قرآن کی رو سے حضرت مریمؑ کا یہ اعلان ہے کہ: وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ (مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں) لیکن بے لگام پرویز زبان درازی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"ہیکل کے ایک شخص نے اس کے ساتھ شادی کی تھی اور جب دونوں کے ملاپ سے حمل ٹھہر گیا۔ تو ان کو لوگوں سے چھپانے کے لئے گاؤں سے کہیں دور ایسے مقام پر چلے گئے جہاں ان کی جان پہچان کا کوئی نہ تھا۔"

سوال یہ ہے کہ اگر مریمؑ نے ہیکل کے ایک شخص کے ساتھ باقاعدہ شادی کی تھی تو اس کے نتیجے میں

پرویز

جو بچہ پیدا ہونے والا تھا اسکو لوگوں سے چھپانے کی کوشش کیوں کی۔ اور پھر قرآن نے اسکی عصمت اور کنوارے پن کا صاف اور واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کیوں کیا کہ "کسی مرد نے اسے چھوا تک نہیں۔"

درحقیقت یہ دریدہ دہن پرویز کی ایک جلیل القدر پیغمبر اور آپ کی والدہ صدیقہ کی شانِ اقدس میں شدید ترین گستاخی اور دریدہ دہنی ہے جس کا ارتکاب اس نے نہایت بیباکی اور جسارت کے ساتھ کیا ہے اور یہ کہ قرآنِ مقدس کی آیاتِ باہرہ کو جھٹلایا ہے اور شدید قسم کے کفر و ارتداد کا مرتکب ہوا ہے۔

قَالَتْ نَمْلَۃٌ کی مضحکہ خیز تاویل

(۷۰) اِذَا اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَۃٌ یّٰاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ؁ (النمل ۱۸) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلیمانؑ کو معلوم ہوا کہ سبا کی مملکت اس کے خلاف سرکشی کا ارادہ رکھتی ہے۔ چنانچہ بطورِ حفظ ماتقدم اس کی طرف لشکر لے کر روانہ ہوئے راستے میں وادی نمل پڑتی تھی۔ مملکتِ سبا کی سربراہ بھی ایک عورت تھی، جب اس نے اس لشکر کی آمد کی خبر سنی۔ تو اپنی رعایا کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں جاکر پناہ گزین ہو جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ لشکر جرار اتنا معلوم کئے بغیر کہ تم اس کے دشمن کی قوم سے کسی قسم کا تعلق رکھتے ہو۔ یا نہیں؟ تمہیں یونہی کچل ڈالے ———
(مفہوم القرآن ص ۸۶۴)

آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے: "جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمانؑ اور ان کا لشکر تمہیں روند ڈالیں۔"

حضرت سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا کیا تھا کہ وہ ہر پرند اور چرند کی بولی سمجھ لیتے تھے۔ اس لئے فرمایا عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ۔ (ہمیں پرندوں کی بولی سکھا دی گئی۔)

اور یہ ان پر خدا تعالیٰ کا فضلِ خاص تھا۔ اور انہیں بطور معجزہ یہ نعمت عطا فرمائی گئی تھی۔ ایک دفعہ اپنے لشکروں کو لے کر چلے تو ایک میدان پر گذر ہوا جہاں چیونٹیوں کی بہتات تھی سلیمانؑ کے لشکر کو دیکھ کر ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا کہ جاؤ اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان علیہ السلام کا لشکر چلتا ہوا تمہیں روند ڈالے اور انہیں علم بھی نہ ہو۔

اگرچہ عقلیت پرستوں کی عقل اس قسم کے واقعات اور معجزات کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ لیکن مذکورہ واقعہ معجزے کی ایک شکل ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے چیونٹیوں کو عقل و ادراک اور بولنے کی طاقت عطا فرمائی۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے انسانوں کی طرح بولنے لگیں۔ لیکن پرویز کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایمان لانے سے انکار ہے۔ اس لئے وہ قرآن کے بیان کردہ خارقِ عادت امور اور معجزات کو نہ صرف یہ کہ تسلیم نہیں کرتا بلکہ ان میں مضحکہ خیز اور احمقانہ تاویلات کر رہا ہے۔

(۷) اسی طرح اس کے بیٹے | وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّھَا شَھْرٌ وَّرَوَاحُھَا شَھْرٌ (سبا ۱۲) کے معنی

سلیمانؑ کو بھی ہم نے بڑی خوبیوں اور فضیلتوں کا مالک بنا دیا تھا اسکی کشتیاں (بحری بیڑا) سمندروں میں چلتی تھیں اس سلسلہ میں اسے ہواؤں کے رُخ کا ایسا علم تھا کہ اس کی کشتیاں ایک دن بلکہ دن کے اوّلین حصّہ میں اتنا سفر کرلیتیں جتنا سفر دوسری کشتیاں مہینہ بھر میں طے کرتیں اور اتنا ہی سفر دن کے دوسرے حصّے میں (مفہوم القرآن ص ۱۰۹۰)

آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے: "ہم نے سلیمانؑ کے لئے ہوا کو مسخّر کردیا کہ صبح کی منزل اسکی مہینہ بھر کی ہوتی تھی اور شام کی منزل بھی۔"

اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ پر جو نعمتیں فرمائی تھیں ان میں سے ایک یہ نعمت بھی تھی کہ ان کے لئے ہوا کو تابع فرمان بنا دیا مہینہ بھر کی راہ صبح ہی صبح طے ہوجاتی اور اتنی ہی مسافت کا سفر شام کو طے ہوجاتا۔ مثلاً دمشق سے تخت مع فوج و اسباب کے اڑایا۔ اور تھوڑی دیر میں اصطخر پہنچا دیا جو تیز سوار کے لئے بھی مہینے بھر کا سفر تھا اسی طرح شام کو وہاں سے تخت ہوا کے دوش پر اڑا۔ اور شام ہی کابل پہنچ گیا۔

لیکن پرویز کہ قرآن کی بیان کردہ اس بیّن حقیقت سے انکار ہے اور مذکورہ آیت میں تمسخر انگیز تاویل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس سے بحری کشتیاں مراد ہیں جب کہ بحری کشتیاں سب لوگوں کے لئے یکساں طور پر مسخّر ہیں۔ اور اس صورت میں حضرت سلیمانؑ کے لئے خصوصی انعام کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔ بہرحال پرویز کو قرآن کے انکار سے غرض ہے اور اس کے لئے وہ بیہودہ، رکیک اور مضحکہ خیز تاویلات کا سہارا لے رہا ہے۔ (مسلسل)
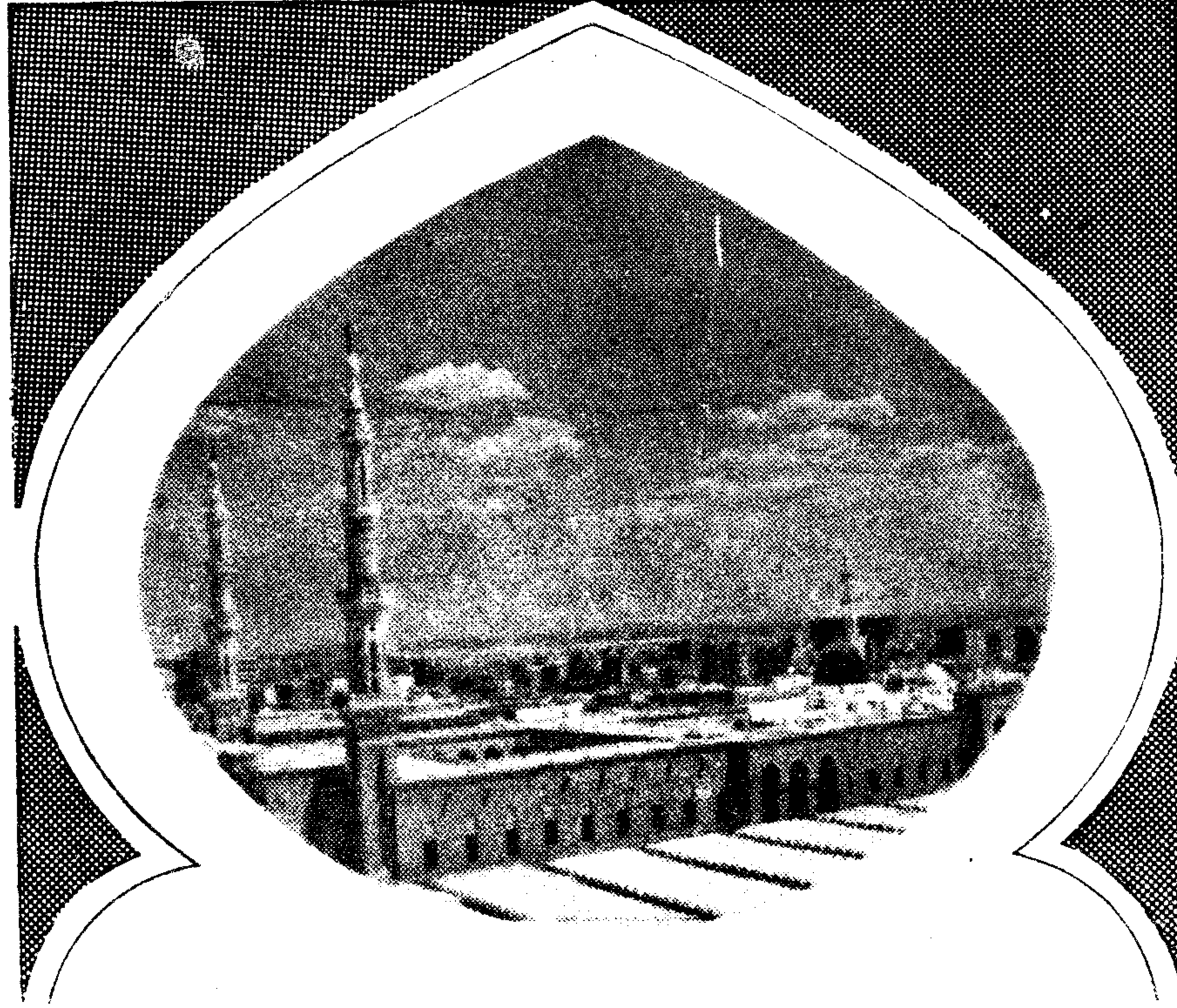
اُس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
آپ محنت کا صلہ دے دیجئے مزدور کو

کاش ہر آجر کے ہو پیشِ نظر قولِ رسولؐ
حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو

ہو رسولؐ اللہ کا کردار اگر خضرِ حیات
خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو

TELEGRAMS: PAKTOBAC AKORA KHATTAK
TELEPHONES NOWSHERA 438 & [illegible]

PAKISTAN TOBACCO COMPANY LIMITED

AKORA KHATTAK FACTORY P. O. NOWSHERA
(N. W. F. P.—PAKISTAN)

مولانا نور الحسن راشد کاندھلہ (انڈیا)

علومِ اشرف علی تھانویؒ کے پہلے جامع اور مرتب

مولانا قاری ناظر حسن تھانویؒ

جناب کو یاد ہوگا کہ دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ کے موقع پر کتب خانہ دارالعلوم کی زیریں عمارت میں راقم سطور نے مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع مظفر نگر یوپی کے بعض مخطوطات ونوادر کی ایک چھوٹی سی نمائش لگائی تھی۔ اور جناب نے وہاں تشریف لا کر عزت افزائی فرمائی تھی۔

اس نمائش میں حضرت تھانوی کی ایک غیر مطبوعہ تفسیر، تفسیر اشرفی بھی شامل تھی۔ اس تفسیر کے جامع ومرتب مولانا ناظر حسن تھانوی نے حضرت تھانوی کے علوم وافادات قلم بند کرنے میں اولیت حاصل کی۔ اور اس سلسلہ میں وسیع خدمات انجام دیں۔ مگر ان کی خدمات وسوانح کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ راقم سطور نے مولانا کے احوال وخدمات پر ایک مفصل مقالہ لکھا ہے جو زیر نظر سطور کے ہمراہ ارسال خدمت ہے پر امید ہوں کہ یہ مضمون الحق میں شائع ہوگا (راشد)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز حزب ولی اللہی کے ان نامور اور برگزیدہ اصحاب میں شامل ہیں جن کے احوال وسوانح نامور اہل قلم کا موضوع سخن رہے ہیں۔ اور ان کی سیرت وسوانح پر کثرت سے اعلیٰ ترین تصنیفات دستیاب ہیں۔ اور ان کے خلفاء ومتوسلین کے حالات بھی کمیاب نہیں۔ مگر حضرت کے متعلق تحریرات وتالیفات کی کثرت کے باوجود کسی بھی کتاب میں حضرت کے قریب وعزیز ترین متوسلین مولانا احمد علی فتح پوری[۱] مؤلف بہشتی زیورؒ،

---

[۱] مولانا احمد علی فتحپور ضلع بارہ بنکی (یوپی انڈیا) کے رہنے والے ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ میں ولادت ہوئی۔ حضرت

کے زمانۂ مدرسی کان پور کے شاگرد تھے۔ ۱۵ شعبان ۱۳۱۱ھ کو مولانا کی دستار بندی ہوئی۔ تعلیم کے بعد بھی غالباً حضرت کی خدمت میں قیام رہا۔ اور حضرت کے سب سے پہلے مجاز بیعت ہوئے۔ جب حضرت تھانوی مستقل قیام کے ارادے سے کان پور سے تھانہ بھون تشریف لائے تو مولانا احمد علی حضرت کے رفیق تھے۔ حضرت مکان پر رہتے تھے۔ اور مولانا مسجد میں تنہا قیام پذیر تھے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نے ایک موقع پر فرمایا۔

"جب میں یہاں آیا ہوں تو ایک ملاجی حجرہ میں رہتے تھے۔ پھر وہ بھی چلے گئے۔ اس وقت یہاں مولوی احمد علی صاحب مرحوم کاتب بہشتی زیور اکیلے رہتے تھے میں اپنے مکان پر رہتا تھا ظہر کے بعد حضرت حاجی صاحب کے حکم کی بنا پر سہ دری میں ایک چٹائی پر بیٹھ جاتا تھا۔"

(جدید ملفوظات مع رسائل ثلاثہ صہ ۱۹۶ (تھانہ بھون ۱۹۹۹ء)

اسی زمانہ میں بہشتی زیور کی تالیف شروع ہوئی۔ جو بیان تحریر تک مولانا کے قلم کی یادگار ہے (تنبیہات وصیت صہ ۹ (میرٹھ ۱۳۳۰ھ) بہشتی زیور کی تصنیف کے دوران مولانا گورکھپور میں مدرس مقرر ہوئے۔ مولانا کا ارادہ یہ تھا کہ فتح پور سے ترک وطن کریں گے۔ اور قنوج میں ذاتی مکان بنائیں گے۔ ملاحظہ ہو امداد الفتاوی صہ ۲۴۸ جلد اول (کراچی ۱۳۷۱ھ)۔ مگر ابھی اس کا فیصلہ بھی نہیں ہوا تھا کہ مولانا کی اہلیہ کو طاعون ہوا۔ ان کو علاج کے لئے قنوج لائے۔ وہاں خود بھی طاعون میں مبتلا ہوئے۔ اور ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ - ۹ مارچ ۱۹۰۴ء کو اچانک وفات پا گئے۔ وفات کی کیفیت عجیب تھی۔ حضرت فرماتے ہیں :-

میرے ایک دوست تھے مولوی احمد علی، وہ گورکھپور میں مدرس تھے، ان کی بیوی کو وہاں طاعون ہو گیا۔ یہ اس کے علاج کے لئے قنوج اس کے میکے میں لائے۔ وہ اچھی ہو گئی اور انہیں خود طاعون ہو گیا۔ ایک روز اسی حالت میں لیٹے ہوئے تھے، اچانک اٹھ کر پائنتی کی طرف بیٹھ گئے اور کسی کو سرہانے بیٹھنے کے لئے کہا۔ اور پھر یہ کہا کہ چلنے کے واسطے حاضر ہوں۔ مگر ابھی وقت نہیں آیا۔ بارہ بجے کا وعدہ ہے۔ اس وقت چلوں گا۔ لوگوں نے سمجھا کہ دماغ پر گرمی چڑھ گئی ہے ویسے ہی بڑبڑا رہے ہیں۔ مگر جو کہہ رہے تھے اس کے موافق ٹھیک بارہ بجے روح نکلی۔

تسہیل المواعظ حصہ دوم۔ وعظ موسوم "بہ دوسروں سے عبرت پکڑنا"۔

ماہنامہ الہادی صہ ۲۰ (شعبان ۱۳۴۹ھ)

مولانا کے مؤلفہ بہشتی زیور کے آخری الفاظ۔ اور مولانا کی تاریخ وفات کے لئے مراجعت فرمائیے۔ بہشتی زیور طبع اول (شائع کردہ مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی بزمانہ قیام گنگوہ) اور مختصر تعارف کے لئے ملاحظہ ہو اشرف السوانح۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب صہ ۴۰ جلد اول (لکھنؤ ۱۳۵۴ھ) نزہۃ الخواطر، مولانا عبدالحی حسنی صہ ۲۳ ج ۸ (حیدر آباد ۱۳۹۰ھ)

مولانا حبیب احمد کیرانوی[1] اور مولانا قاری ناظر حسن تھانوی کا کوئی تذکرہ نہیں۔ حالاں کہ یہ تینوں
صاحبان حضرت کے نہایت مخلص و معتمد علیہ اصحاب میں تھے۔ اور تینوں صاحبان نے اپنے اوقات کا بڑا حصہ
حضرت کی خدمت اور حضرت کے علوم و معارف کی ترتیب و تدوین میں گذارا۔ خصوصاً مولانا ناظر حسن تو اس کے
مستحق ہیں کہ حضرت تھانوی کے علوم و معارف پر ان کی خدمات کا وسیع تعارف کرایا جائے۔ اور ان کی سوانح و
تحریرات پر مفصل مقالے لکھے جائیں۔ کیونکہ مولانا وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت تھانوی کے علوم و معارف کی
قدر پہچانی۔ ان کی افادیت و معنویت کا احساس کیا اور ان کی جمع و ترتیب پر آمادہ ہوئے۔

مولانا ناظر حسن کو یہ سعادت حاصل ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی پر تالیف و تحقیق، اور حضرت کے
افادات و ارشادات کی کتابت و تدوین کی ابتدا مولانا کے ذریعہ ہوئی۔ علوم قرآنی پر حضرت کے مطالعہ و تحقیق
کی جامع اور مفصل ترین یادگار تفسیر مولانا کے قلم سے مرتب ہوئی۔ حضرت کے زمانہ درس و تدریس کی تقریریں سب
سے پہلے مولانا کے ذریعے محفوظ ہوئیں۔ حضرت کے ملفوظات سب سے پہلے مولانا نے جمع کئے۔ حضرت کے
مکتوبات کا اولین مجموعہ مولانا کے ذریعہ فراہم ہوا۔ حضرت کے مواعظ سب سے پہلے مولانا نے قلم بند کئے۔ اور حضرت
کے احوال و سوانح پر سب سے پہلے مفصل تحریر بھی مولانا ہی کی یادگار ہے۔ مگر حضرت سے مولانا کی قربت، خدمت
خاص اور حضرت کے افادات و معارف کی ترتیب و تدوین کی بے مثال خدمات کے باوصف حضرت کے متوسلین
اور سوانح نگاروں نے مولانا کے تذکرہ سے صرف نظر کیا۔ اور اپنی اپنی تالیفات میں مولانا کا ذکر کرنے سے خاص
احتیاط برتی ہے۔ حالاں کہ مولانا کی تحریری خدمات حضرت کے علم میں ہیں، اہل خانقاہ کی نظر میں اور مجلس نیر کے دفتر میں

---

[1] مولانا حبیب احمد خلف حافظ عبدالحکیم بن عبدالصمد، کیرانہ کے ایک قدیم، ذی حیثیت خاندان کے چشم و چراغ تھے
تقریباً ۱۲۹۳ھ میں ولادت ہوئی۔ مدرسہ عالیہ رامپور میں ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ مولانا عبدالحق خیرآبادی سے استفادہ کیا۔ خیرآباد
دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور میں معقولات، حدیث و تفسیر اور فقہ اخذ کیا۔ تعلیم کے بعد دو سال وطن میں گذارے
برکان پور، امروہہ اور میندھو میں مدرس رہے۔ آخر میں تھانہ بھون آگئے تھے۔ یہاں حضرت کی تالیفات پر نظر ثانی کی، اور
سیاسی مسائل میں حضرت کے ترجمان رہے۔ مختلف موضوعات پر متعدد تالیفات یادگار ہیں۔ جس میں تفسیر حل القرآن،
اعلاء السنن کا مقدمہ۔ فقہیہ اور اعلاء السنن کے ابواب معاملات من البیوع کی ترتیب و تدوین اہم ترین علمی کارنامہ ہے۔ تفصیلات
کے لئے ملاحظہ ہو۔ قواعد فی علوم الفقہ اور اعلاء السنن جز ۱۴ تا ص ۵۱۵ (ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی بلا سنہ)
تقریباً تہتر سال کی عمر میں ۶ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ/۲۹ جنوری ۱۹۴۷ء کو کیرانہ میں وفات پائی۔ مولانا کے بعض اہم مسودات
اور ان سے مراسلت اور نجی تحریرات کا کچھ حصہ ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے۔

موجود ہیں۔ مولانا کی بعض خدمات کی حضرت نے بے حد پذیرائی فرمائی، پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور مولانا کی لکھی ہوئی بعض چیزوں پہ حضرت نے خود حواشی لکھے۔ اور حاضر باش اہل خدمت سے تحریر کراتے۔ ظاہر ہے کہ خانقاہ امدادیہ کے اہل علم متوسلین مولانا ناظر حسن کی مؤلفات و تحریرات میں حضرت کی دلچسپی سے ناواقف نہ ہوں گے۔ مگر کسی نے بھی مولانا، اور ان کی خدمات کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ مولانا ناظر حسن کو قطعاً نظر انداز کئے جانے کی دانستہ کوششیں نہایت حیرت انگیز اور ناقابل فہم ہیں۔

مولانا ناظر حسن تھانہ بھون کے اس نامور و برگزیدہ خاندان کے فرد ہیں جو شمس الدین التمش کے عہد حکومت میں تھانہ بھون میں آباد ہوا تھا۔ اس خاندان نے ہر زمانہ میں امت مسلمہ کو رجال علم و صلاح عطا کئے تھانہ بھون کے شہرۂ آفاق نامور علماء و مشائخ حضرت قاضی محمد علی تھانوی مؤلف کشاف اصطلاحات الفنون حضرت حافظ محمد ضامن شہید، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حکیم الامت مولانا تھانوی اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

اس خاندان کے مختلف سلسلوں میں ایک معزز شاخ عہد جہانگیر اور شاہجہاں کے بلند حوصلہ امیر نواب محمد یار خان عرف نواب شکار خان کی اولاد ہے۔ اسی خانوادہ کے ایک پاکیزہ خو، صاحب کردار رکن منشی محمد حنیف تھے۔ ان کی تعلیم تو کچھ زیادہ نہیں تھی مگر محنت کے خوگر اور خدا رسیدہ شخص تھے۔ پوری زندگی نیک نامی کے ساتھ گزاری۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ اور مکہ معظمہ میں حاجی امداد اللہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آخر عمر میں کچھ عزیزوں کے ہاتھوں سخت تکلیفیں اٹھائیں۔ بے حد مصائب برداشت کئے۔ مگر صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اسی حال میں ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ مولائے حقیقی سے جا ملے منشی محمد حنیف کی واحد جسمانی یادگار مولانا ناظر حسن تھے۔ جو والد کی پاکیزہ سیرت کے وارث عالم اور قاری ہوئے۔

مولانا ناظر حسن کی سنہ ۱۸۷۷ء / ۱۲۹۴ھ میں گنگوہ اپنی ننہیال میں ولادت ہوئی۔ مولانا کی عمر ڈھائی سال کی تھی کہ والدہ وفات پاگئیں۔ والد کی خالہ نے پرورش کی۔ پانچ سال کی عمر میں حافظ عبدالحیٔ تھانوی کے ذریعہ تعلیم کی ابتدا ہوئی۔ قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا۔ صحت خراب اور حافظہ کمزور تھا۔ اس لئے بہت وقت صرف ہوا ۱۲ سال کی عمر میں قرآن شریف پورا ہوا۔ مولانا ناظر حسن کا قول ہے۔

> "احقر کا ذہن و حافظہ خراب تھا یہ حافظ صاحب ہی کی برکت ہے کہ احقر کی عمر ۱۲ سال کی تھی جو کلام اللہ شریف حفظ کر کے اور اس کی گردان وغیرہ سے فارغ ہوا" [۲]

---

[۱] یہ حالات مولانا ناظر حسن کی تاریخ بھون سے اخذ کئے ہیں ص ۳۹۹ تا ۴۰۴ [۲] الناظر الحسن الی تاریخ تھانہ بھون از مولانا ناظر حسن ص ۱۰۵

اس وقت کے نصاب تعلیم اور شرفا کے دستور کے مطابق قرآن شریف پڑھنے کے بعد فارسی شروع ہوئی
بتدائی کتابیں منشی واجد علی تھانوی[1] سے پڑھیں - اسی دوران مولانا کے والد جو ملازمت کے سلسلے میں مراد آباد مقیم
تھے، مولانا کو اپنے ساتھ مراد آباد لے گئے - مراد آباد میں ایک انگریزی اسکول میں داخل ہوتے - اسکول میں آتے
ئے ہفتہ دس دن گزرے تھے کہ مولانا کو ایک خواب نظر آیا۔ جس کی وجہ سے اسکول کی تعلیم سے طبیعت بیزار
ہو گئی۔ مولانا نے اسکول میں پڑھنے سے صاف انکار کر دیا۔ تو منشی محمد حنیف نے بیٹے کو مولانا قاسم علی خلف مولانا
ام علی مراد آبادی کے حوالہ کیا۔ اور ہدایت کی کہ مولانا سے طب اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھو۔ مولانا قاسم علی کے
ائی مولوی دائم علی سے تجوید کی تعلیم اور قرآن شریف سننے کا وقت مقرر ہوا۔ تین مہینے تک یہ سلسلہ قائم رہا۔
ولانا دائم علی سے زینت القاری وغیرہ پڑھیں۔ مگر مولانا قاسم علی کی مصروفیات کے سبب ان کے یہاں بہت کم سبق
ہوتے تھے۔ اس لئے یہ رابطہ بھی ختم ہوا۔ اور مولانا ناظر حسن کو مدرسہ شاہی مراد آباد میں داخل کر دیا گیا۔ تقریباً ایک
سال تک مدرسہ شاہی مراد آباد میں پڑھتے رہے۔ پھر وطن واپس آ گئے۔ تھانہ بھون میں مولوی فتح محمد جلال آباد[2]
تعلیم و تعلم میں بے مثال تھے۔ مگر مولانا فتح محمدؒ نے اسی زمانہ میں ایک ملازمت قبول فرما لی تھی۔ اور طویل قیام کے
ارادہ سے گنگوہ جا رہے تھے۔ مولانا ناظر حسن بھی مولانا کے ساتھ گنگوہ گئے۔ اور مولانا سے استفادہ شروع
کیا۔ حضرت مولانا نے اپنے تمام طلبہ پر شفقت کی نگاہ رکھتے تھے۔ اور بہت مہربان تھے۔ مگر فرط محبت میں
چاہتے تھے کہ طلبہ جلد سے جلد نہ کتابیں مکمل کر لیں۔ اس لئے خود بھی محنت کرتے تھے۔ اور اپنے طلبہ سے بھی
خوب کام لیتے تھے۔ دوپہر میں اور ہفتہ واری چھٹی کا بھی معمول نہیں تھا۔ اور رات میں عشاء کے بعد بھی تعلیم
ہوتی تھی۔

مولانا ناظر حسن صحت کی خرابی اور کمزوری کی بنا پر اس محنت کا تحمل نہ کر سکے۔ والد کو لکھا۔ والد ماجد نے
حضرت تھانوی سے رجوع کیا جو اس وقت کانپور میں قیام فرما تھے۔ حضرت نے مولانا ناظر حسن کو کانپور آنے
کی اجازت دے دی مگر یہ بھی تحریر فرمایا۔

---

[1] حکیم منشی واجد علی تھانوی خلف حکیم نجابت علی خلف حافظ رحم علی تھانوی، بہت باصلاحیت بزرگ تھے۔ فارسی
کے صاحب کمال، عمدہ نثر نویس اور فارسی اردو کے خوش کلام شاعر تھے۔ مولانا غوث علی قلندر پانی پتی سے بیعت
ہوئے۔ اور ریاضت و اوراد میں مشغول زندگی بسر کی۔ آخری عمر میں حیدر آباد دکن چلے گئے تھے۔ وہیں ۱۳۱۶ھ میں وفات
پائی۔ مستفاد از تاریخ تھانہ بھون مولانا ناظر حسن و مکتوب جناب مصطفیٰ علی علوی حیدر آباد و رسالہ حضرت علوی حالات و
نمونہ کلام۔ از جناب مصطفیٰ علی علوی ص، ۳ (حیدر آباد دکن ۱۳۸۷ھ) [2] مولانا فتح محمد جلال آبادی تھانوی (باقی اگلے صفحہ پر)

"بشرطیکہ تم مولانا کو ناراض کرکے نہ آؤ، کیونکہ وہ میرے بھی استاد ہیں۔ ان کو ناراض کرنا میں نہیں چاہتا" [1]

مولانا فتح محمد سے اجازت ملنے کے بعد منشی محمد حنیف اپنے بیٹے کو لے کر کانپور پہنچے اور نو وارد شاگرد کو استاد کی خدمت میں پیش کیا اور زبان حال سے کہا ہوگا ع

فرزند مرا عشق بیاموز دگر ہیچ

مولانا ناظر حسن اس وقت سے حضرت تھانوی کے ترک ملازمت کرکے تھانہ بھون واپس ہونے تک حضرت کی خدمت میں رہے۔ شروع سے آخر تک اکثر درسی کتابیں جامع العلوم میں پڑھیں اور متعدد خود حضرت کے "الف" درس میں حاصل کیں۔ حضرت کی تھانہ بھون واپسی کے بعد حضرت کے حسب مشورہ الہ آباد کا سفر ہوا۔ مدرسہ احیاء العلوم میں داخلہ لیا۔ اور مولانا قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ قاری صاحب سے

بقیہ راعین برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا عبدالرزاق جھنجانوی، نواب قطب الدین، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور قاری عبدالرحمٰن پانی پتی جیسے نامور علماء سے تعلیم حاصل کی۔ مولف سلیم التواریخ نے مولانا کو حضرت شاہ محمد اسحاق کا شاگرد لکھا ہے (ص ۲۰۷، مولفہ اکبر علی صوفی۔ جالندھر ۱۳۴۷ھ) مگر یہ اطلاع صحیح نہیں۔ مولانا دارالعلوم دیوبند کے اولین طلبہ میں ہیں۔ سب سے پہلے جن تین طلبہ کی دستار بندی ہوئی اس میں مولانا فتح محمد بھی شامل ہیں۔ ریاست پچھپورہ اور گنگوہ وغیرہ میں ملازم رہے۔ آخر میں وطن آ گئے تھے۔ سنہ ۱۳۲۳ھ میں تقریباً ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔ مولانا شیخ محمد تھانوی کی شرح حزب البحر کا اردو ترجمہ مولانا کی قلمی یادگار ہے۔

مولانا فتح محمد اولاً نواب قطب الدین سے بیعت ہوئے۔ نواب صاحب کی وفات کے بعد حضرت حاجی امداد اللہؒ سے رجوع کیا۔ اور حضرت کے ممتاز خلفا میں شمار کئے گئے۔

مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو: تاریخ تھانہ بھون۔ مولانا ناظر حسن تھانوی ص ۱۰۷۔ نزہۃ الخواطر۔ مولانا عبدالحی حسنی ص ۳۵۳ ج ۸ (حیدرآباد ۱۳۹۰ھ) اشرف السوانح ص ۴۶ تا ۴۹ ج ۱ (دہلی ۱۳۵۴ھ)

مولانا فتح محمد، مولانا امیر باز خان سہارنپوری۔ مولانا عبداللہ شاہ جلال آبادی کرنالی۔ مولانا حکیم محمد عمر تھانوی۔ اور مولانا کے معاصر بعض اہل تھانہ بھون کی مراسلت ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے۔

[1] تاریخ تھانہ بھون ص ۲۰۷۔

[2] قاری عبدالرحمٰن مکیؒ ہندوستان نژاد باشندے محمد بشیر کے صاحبزادے اور مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے نامور مجود قاری محمد عبداللہؒ کے حقیقی بھائی تھے۔ مدرسہ صولتیہ میں تعلیم حاصل کی، قرأت عشرہ کے فاضل تھے۔ معروف کتب درسیہ ہندوستان آکر مولانا احمد حسن کانپوری سے اخذ کیں۔ احیاء العلوم الہ آباد میں مدرس مقرر ہوئے اور تمام

فن تجوید اخذ کیا۔ شاطبیہ وغیرہ تجوید کی کتابیں پڑھیں اور قرأت کی مشق کی۔ اکتوبر یا دسمبر ۱۸۹۹ء میں[1] وطن آئے ہوئے تھے کہ والد نے خاندانی جائیداد اور زمینداری کی نگہداشت مولانا کے سپرد کی۔ اس کے بعد الہ آباد جانے کا موقع نہیں ملا۔ وطن میں مقیم رہے۔ ۱۹۰۴ء میں مظفر نگر جا کر ایک ہم وطن کے ساتھ تجارت میں شریک ہوئے۔ کس قسم کی تجارت تھی اور اس سے کس قدر بازیافت ہوتی تھی کچھ معلوم نہیں۔ مولانا اس معاملہ کو ختم کر کے ۱۹۰۸ء میں واپس وطن آ گئے تھے۔ پھر کہیں باہر نہیں گئے۔ وطن میں قیام رہا اور تھانہ بھون میں موجود خاندانی جائداد کی حفاظت و نگہداشت سے جو کچھ تھوڑی بہت آمدنی ہوتی تھی اسی پر گذر اوقات تھی۔ بعد میں حضرت تھانوی کی طرف سے ماہانہ وظیفہ مقرر ہو گیا تھا۔ جو دو سال تک جاری رہا۔ مگر یہ وظیفہ بھی ضروریات کے لئے کافی نہیں تھا۔ اس لئے آخری ایام سخت پریشانی میں گزرے۔ عدالتی تنازعات، باہمی خاندانی اختلافات اور نامساعد مالی حالات کے باوجود مولانا ناظر حسن بہت صبر و شکر سے اور نہایت مصروف زندگی گذاری۔ اور اسی حال میں ہی وفات پائی۔

مولانا ناظر حسن کی تحریرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تقریباً ۱۳۰۹ھ میں حضرت تھانوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ہمیشہ کے لئے اسی زلف کے اسیر ہو گئے۔ اس وقت سے وفات تک حضرت سے عقیدت و محبت کا رشتہ اور مراسلت و مکاتبت کا سلسلہ استوار رہا۔ مولانا اپنے تمام چھوٹے بڑے معاملات میں حضرت سے مشورہ کرتے اور ہر ضرورت میں رجوع کرتے تھے۔ حضرت نے بھی ہمیشہ مولانا کی سرپرستی و رہنمائی فرمائی۔ اور الطاف بزرگانہ سے نوازا۔ حضرت سے مولانا کی تمام مراسلت تو دستیاب نہیں تاہم مولانا کا ایک خط اور اس کے جواب میں حضرت کا گرامی نامہ محفوظ ہے۔ مولانا کا یہ خط سات صفحات پر مشتمل ہے اس میں بھی

بقیہ زندگی تجوید و قرأت کی خدمت میں بسر کی۔ آخر حیات میں لکھنؤ آ گئے تھے۔ ۱۰ جمادی الاول سنہ ۱۳۱۴ھ میں لکھنؤ میں وفات پائی۔ فوائد مکیہ قاری عبدالرحمٰن کی مشہور تالیف ہے۔ قاری صاحب کے حالات پر کوئی مستند ماخذ سامنے نہیں۔ مذکورہ سنہ وفات فیضانِ رحمت جناب امداد صابری ص ۱۰۱ (دہلی ۱۴۰۳ھ) سے ماخوذ ہے۔ مگر میرا خیال کہ بے شمار غلطیوں کی وجہ سے اس کتاب پر اعتماد درست نہیں۔

قاری صاحب کی نسبت حضرت تھانوی نے ایک مجلس میں فرمایا:

"قاری عبدالرحمٰن صاحب منکسر اور متواضع بہت تھے۔ گو ہر علی شاہ کے مرید تھے۔ مگر ہم لوگوں سے بہت عقیدت تھی"

مجموعہ ملفوظات کلمۃ الحق۔ مرتبہ مولانا عبدالحق فتحپوری ص ۱۵۶ ملفوظ ۱۰۴۱ (مکتبہ تالیفات اشرفیہ۔ تھانہ بھون۔

[1] تاریخ تھانہ بھون ص ۴۰۸ میں دسمبر اور ضمیمہ تاریخ تھانہ بھون ص ۳۶ میں اکتوبر تحریر ہے۔

پریشانیوں کا تذکرہ ہے۔ اور کسی صاحب ثروت اہل تعلق سے سفارش کی درخواست ہے۔ مولانا نے یہ خط ۱۹ دسمبر ۱۹۰۹ء ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ کو بالمشافہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے حسب معمول اسی دن جواب سے نوازا۔ مولانا کے خط کے مندرجات کی تفصیل غیر ضروری ہے، حضرت کا جواب ملاحظہ ہو:۔

"عزیزم سلمہ۔ السلام علیکم۔ میں نے سب پڑھا، بہت دل دکھا، دعائے خیر کرتا ہوں اللہ تعالیٰ پریشانیاں دور فرماوے۔ اول تو مجھ کو سفارش سے طبعاً شرم آتی ہے اور بالخصوص کسی خاص ذاتی کام کے لئے، رفاہ عام یا دین کے لئے تو چنداں انقباض نہیں ہوتا۔

سابق میں مسجد بسر لئے کے متعلق تصدیق لکھ دی تھی۔ اور اگر خاص ذاتیات کے لئے اس کو گوارا کرتا، تو خاص اپنی خصوصی قرابت کے ایسے لوگ متعدد موجود ہیں کہ وہ بارہا درخواست کر چکے ہیں مگر میری ہمت نہ ہوئی۔ اب وہ کیا کہیں گے۔ اور ہمیشہ کے لئے مجھ کو دق کریں گے اس لئے امید ہے کہ صرف دعا پر اکتفا کریں گے۔"

اشرف علی [۱]

مولانا کے نام حضرت کے ایک خط کا اقتباس اور پڑھتے چلیے۔ یہ خط مولانا حضرت کا دوسرا اور آخری دستیاب مکتوب ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:۔

"تمہارا اچھا خواب ہے۔ میری سمجھ میں تو اس کی تعبیر یہ آتی ہے کہ مراد اژدھا سے نفس ہے اور کھانا فنا کرنا ہے۔ سو انشاء اللہ تعالیٰ فنائے نفس کا مقام میسر ہوگا" [۲]

مذکورہ اقتباس مولانا کو فنائے نفس کی بشارت دے رہا ہے۔ جو راہ سلوک و تصوف کی دشوار گزار منزل اور عارفین کے لئے منتہائے کمال ہے۔

مولانا ناظر حسن حضرت سے بیعت و استرشاد کا تعلق رکھتے تھے۔ اور ان میں جذب و شوق الی اللہ اور صفائی قلب کے آثار نمایاں تھے۔ مگر اجازت و خلافت سے مشرف نہ ہوئے تھے کہ وفات پا گئے۔ اگرچہ مولانا کو اجازت و خلافت حاصل نہیں تھی۔ مگر حضرت نے اپنا وہ بابرکت عمامہ جو حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[۱] مولانا کا خط اور حضرت کا گرامی نامہ دونوں ہمارے ذخیرہ میں موجود ہیں۔

[۲] مکتوب اشرف کا ایک مفصل اقتباس افاضات اشرفیہ مرتبہ مولانا ناظر حسن کے آخر میں ملحق ہے اس خط میں مذکورہ بالا تعبیر خواب کے علاوہ نماز میں ایک صحابی کے تیر لگنے اور ان کے نماز نہ توڑنے کے واقعہ کی توجیہ فرمائی گئی ہے۔

نے عطا اجازت و خلافت کے موقع پر حضرت کو عنایت فرمایا تھا۔ حضرت نے مولانا ناظر حسن کو عطا فرما کر ان کی عزت افزائی کی [1] اور مولانا ناظر حسن کے قلب میں حضرت کا جو احترام، حضرت کے علوم کی افادیت و نافعیت کا جو یقین، اور ان کی ترتیب و تدوین کا جو بے کراں جذبہ تھا اس کے لئے کسی شہادت کی ضرورت نہیں۔ حضرت کے علوم و معارف پر مولانا کے لکھے ہوئے دفاتر کی سطر سطر اس کی گواہ ہے۔

مولانا ناظر حسن علمی و تعلیمی لحاظ سے کس پائے کے شخص تھے اور الہ آباد سے واپسی کے بعد تعلیمی تدریسی کیا مشاغل رہے کچھ معلوم نہیں۔ مگر مولانا نے کانپور کے زمانہ قیام میں حضرت تھانوی کے افادات و معارف کی ترتیب و تدوین کا جو بے مثال کارنامہ انجام دیا وہ مولانا کے شرف و امتیاز کے لئے کافی ہے۔ کسی اور تعارف و فضیلت کی چنداں ضرورت نہیں۔

مولانا ناظر حسن نے کانپور کے زمانہ قیام میں ۱۳۱۳ھ حضرت تھانوی کے افادات و ارشادات کی کتابت و تدوین کا کام شروع کیا۔ اور الہ آباد میں قیام کے زمانہ تک اس میں مصروف رہے۔ مولانا کی الہ آباد سے واپسی کے ساتھ یہ سلسلہ ختم ہوا۔ ۱۳۱۷ھ میں وطن آ گئے۔ اور معاشی مصروفیات میں الجھ گئے۔ پھر اس موضوع پر کام کا موقع نہیں ملا۔ مولانا کے یہ آٹھ نو سال ایسے معروف گذرے جس میں ہماری معلومات کے مطابق کوئی تحریری تصنیف کا کام نہیں ہوا۔ مگر ۱۹۰۸ء ۱۳۲۶ھ میں مظفر نگر سے تھانہ بھون واپسی کے بعد علمی مشاغل پھر تازہ ہوئے اور تحریر و تصنیف کے ایک نئے سلسلہ کی ابتدا ہوئی۔ مگر اس مرتبہ دلچسپی کچھ اور طرح کی تھی۔ موضوع بھی مختلف تھا۔ اور تحریر و مطالعہ کا انداز بھی جداگانہ رہا۔

اس مرتبہ مولانا نے تاریخ تھانہ بھون کے احوال اور نسب ناموں کو تحقیق و مطالعہ کا موضوع قرار دیا اور اس کے لئے مواد کی فراہمی میں لگ گئے۔ کئی سال کی محنت و جستجو کے بعد اس موضوع پر دو کتابیں تاریخ تھانہ بھون اور انساب اہل تھانہ بھون تالیف کیں اور یہ دونوں کتابیں مولانا کی آخری تصنیفات تھیں۔ ابھی تاریخ تھانہ بھون مکمل نہ ہوئی تھی کہ مولانا انتقال فرما گئے۔ [2]

مولانا نے افادات حکیم الامت تھانوی کا جو ذخیرہ فراہم کیا تھا۔ افسوس وہ بتمام و کمال محفوظ نہیں رہ سکا۔ کچھ حصے یا مجلدات تو مولانا کی زندگی میں ضائع ہو گئے تھے جو باقی رہے اس میں سے بعض جلدیں تقسیم ملک کے

---

[1] تاریخ تھانہ بھون صد ۲۳۳ [2] مولانا کے حالات پر مولانا کی تحریرات اور تاریخ تھانہ بھون میں مولانا کے خود نوشت تذکرہ سے ماخوذ ہیں۔ مگر مولانا نے تاریخ تھانہ بھون میں مذکور خود نوشت حالات میں اپنی تصنیفات اور تحریری خدمات کا اشارۃً بھی کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ معلوم نہیں کیا مصلحت تھی؟

بعد مشرقی پاکستان منتقل ہوئیں اور نامساعد حالات میں فروخت کردی گئیں۔ کچھ کتابیں موجود رہیں جو اس وقت ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہیں۔ ہمدست سرمایہ فل سکیپ سائز کے تین ہزار صفحات اور سات جلدوں پر مشتمل ہے۔

آئندہ سطور میں اولاً معارف تھانوی پر مولانا ناظر حسن کی تحریرات کا تعارف نذر قارئین ہوگا۔ پھر تاریخ بھون الناظر الحسن اور انساب اہل تھانہ بھون پر روشنی ڈالی جائے گی۔ آخر میں حضرت تھانوی کی ایک نادر و نایاب تالیف کا احوال ملاحظہ کیجئے۔ جس کا واحد دستیاب نسخہ مولانا کے قلم سے ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے۔

مفصل تعارف سے پہلے ایک بار سرسری نام شمار کر لیجئے۔

(۱) تفسیر اشرف، یا تاویل التنزیل۔ تقریر درس قرآن، مسجد ٹھنڈی سڑک، کانپور۔
(۲) تحقیقات اشرفیہ یا انوار الناظرین۔ تقریر تفسیر جلالین، جامع العلوم کانپور۔
(۳) کنز اللطائف یا المسلک الذکی علی الجامع الترمذی۔ تقریر درس سنن ترمذی۔
(۴) فوائد موطا امام مالک، تقریر و افادات درس موطا امام مالک، جامع العلوم کانپور۔
(۵) مواعظ حسنہ۔ حضرت کے تین مواعظ کا مجموعہ، جو حضرت کے اولین قلم بند مواعظ ہیں۔
(۶) افاضات اشرفیہ۔ جس میں حضرت کے بعض اہم علمی افادات جمع کئے گئے ہیں۔
(۷) بصر الناظر۔ حضرت تھانوی کے ملفوظات کا اولین مجموعہ۔
(۸) ناظر الباصر۔ حضرت تھانوی کے مکتوبات کا سب سے پہلا مجموعہ۔
(۹) کمالات اشرفیہ؟
(۱۰) الناظر الحسن الی تاریخ تھانہ بھون۔ مضمون نام سے ظاہر ہے۔
(۱۱) مختصر حالات زندگی حافظ منشی عبدالرزاق، یا ضمیمہ الناظر الحسن۔
(۱۲) انساب اہل تھانہ بھون۔

آئندہ صفحات میں اسی ترتیب سے مفصل تعارف ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ تفسیر اشرف۔ حضرت تھانوی کی خدمت میں مولانا ناظر حسن کے علمی سفر کی طویل و عزیز اور نہایت پُر مشقت و گراں مایہ یادگار، اور حضرت کے درس قرآن کی تقریر ہے۔ کانپور میں حضرت کا معمول تھا کہ روزانہ فجر کے بعد قرآن شریف کا درس دیتے تھے۔ ۱۳۱۳ھ اور ۱۳۱۴ھ میں یہ مجلس درس، مسجد ٹھنڈی سڑک کانپور میں منعقد ہوئی۔ مولانا ناظر حسن جو حضرت کے ارشادات و ملفوظات کے دلدادہ و مشتاق، اور اس کو حرف بحرف قلم بند کرنے میں ماہر و مشتاق تھے۔ شروع سے آخر تک اس محفل میں حاضر رہے۔ اور اپنے معمول کے مطابق نہایت ذوق و شوق سے درس کی تمام تقریر کو قلم بند کیا، اور اختتام تک پہنچایا۔ اور اس مجموعہ تقاریر کو جو ایک مسلسل

تفسیر ہے۔ تفسیر اشرف بأتاویل التنزیل کے نام سے موسوم کیا۔

تفسیر اشرف کا اوائل ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ اپریل ۱۸۹۶ء میں افتتاح ہوا۔ اور غالباً اواخر رجب ۱۳۱۴ھ میں اختتام ہوا ہوگا۔

مسجد ٹھنڈی سڑک میں درس قرآن اس وقت شروع ہوا جب حضرت تھانوی بادۂ توحید میں غرق اور امداد الٰہی نسبت کے فیضان میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس لئے درس کے ابتدائی دنوں میں نسبت توحید کا گہرا اثر صاف نظر آتا ہے۔ ہر آیت سلوک و معرفت کی تعبیرات و تشریحات سے پُر۔ اور وحدۃ الوجود کی رازداں معلوم ہوتی ہے۔ حضرت نے اس انداز میں ڈوب کر تفسیر کی ابتدا کی تھی۔ مگر یہ رنگ دور تک نہیں چلا۔ تفسیر جاری ہی اہل تفسیر کے طریق پر آگئی تھی۔ جس میں اسباب نزول۔ ربط آیات۔ ناسخ و منسوخ۔ اختلاف مذاہب، فقہی نظریات اور عقائد و کلام کے مسائل پر حسب موقع خوب گفتگو ہوئی ہے۔ تصوف و سلوک کے نکات بھی زیر بحث آئے ہیں۔ مگر صاف نہیں نبھا۔ ورنہ تمام تر زور نفس قرآن فہمی پر ہے اور چونکہ مجمع منتخب اور اہل ذوق کا ہوتا ہوگا اس لئے ہر موقع پر بہت تفصیل نہیں مگر بعض مقامات پر خوب مفصل بحثیں ہیں۔ لیکن ہر آیت کے تحت مذکورہ بالا تمام موضوعات پر گفتگو کا اہتمام نہیں۔ جہاں جس عنوان کی ضرورت ہوئی کلام کیا گیا ہے۔

راقم سطور کا خیال ہے کہ اہل درس میں جیسے جیسے قرآن فہمی اور حضرت کے طریقہ درس سے مناسبت بڑھتی گئی۔ حضرت تفصیلی مباحث میں کمی فرماتے گئے۔ سورہ کہف تک تفصیل و تحقیق کا انداز ہے۔ اس کے بعد ایجاز و اختصار شروع ہو گیا ہے۔ اور صاف محسوس ہوتا ہے کہ مفسر مطالب قرآن کا ضروری حل چاہتا ہے۔ تفسیر پیش نظر نہیں۔ اور جیسے جیسے سفر آگے بڑھ رہا ہے ایجاز و اختصار کی لے تیز ہو رہی ہے۔ بعض مقامات پر صرف آیت کا ترجمہ بیان فرمایا ہے۔ ایک حرف بھی زائد نہیں اور ایک موقع پر تو یہ بھی ارشاد فرما دیا۔

"اس آیت کا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ میں دیکھنا چاہئے۔ مجھے اچھی طرح سے یاد نہیں رہا"۔ [۱]

چھوٹا منہ بڑی بات ہے مگر بے ساختہ زبان قلم پر آرہی ہے۔ کہ تفسیر اشرف کے بعض مباحث بیان القرآن سے زیادہ مفصل، زیادہ سہل اور عام فہم ہوتے ہیں۔ مگر تفسیر اشرف کے مباحث پوری کتاب میں یکساں نہیں اور ظاہر ہے کہ درسی تقریر میں وہ التزامات ممکن ہی نہیں جو تصنیف کا لازمہ ہیں۔ اس لئے یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ تفسیر اشرف کی بعض تعبیرات و تشریحات کو بیان القرآن پر فوقیت حاصل ہے۔ اور بیان القرآن کا متکلمانہ

---

[۱] تفسیر اشرف: سورہ مومن آیت ۶۱ تا ۶۲۔ تفسیر جلد سوم ص ۲۰۱

انداز بیان، جامعیت اور توازن تفسیر اشرف کو نصیب نہیں۔ اور یہ کوئی نقص نہیں تالیف و تقریر کا فرق ہے۔ جو اپنے اپنے مواقع کے عین مناسب ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ قرآن شریف کے نصف اول میں سورہ کہف تک خاصی طویل تقریریں ہیں۔ کلامیات، و فقہیات اور سلوک و تصوف کے مباحث کثرت سے ہیں۔ اور اس کے با وصف محرم الحرام ۱۳۱۴ھ تک قرآن شریف نصف ہوگیا تھا۔ ۱۱ محرم الحرام کو سورہ کہف کی بسم اللہ ہوئی۔ اس کے بعد مباحث میں ایجاز و اختصار نمایاں ہے۔ مگر رفتار بہت سست رہی۔ سورہ کہف سے سورہ قصص تک پانچ سپاروں کا سفر ساڑھے چار مہینے میں طے ہوا۔ سورہ قصص کی ابتدا ۲۵ جمادی الاول کو ہوئی ہے۔ سورہ قصص کے بعد رفتار میں ایک بار پھر تیزی آئی۔ ۲۰ جمادی الاول کو بیسویں سی پارے کی شروعات ہوئیں۔ ۳ جمادی الاخری کو سورہ روم کا آغاز ہوا۔
روم کا آغاز ہوا۔ ۶ جمادی الاخری کو سورہ لقمان زیر درس آئی۔ اور ۸ کو سورۂ احزاب پہ کلام فرمایا گیا ہے۔ دستیاب جلد میں آخری اندراج سورہ شوریٰ کے تیسرے رکوع کی تفسیر ہے۔ ام یقولون افتری علی اللہ کذبا آیت ۳۲۔ پر آخری جلد اچانک ختم ہوگئی۔ صاف محسوس ہو رہا ہے۔ کہ اس کے باقی صفحات الگ کر لئے گئے ہیں۔ ممکن ہے ترتیب کتاب کے وقت دستیاب آخری جلد، اور گم شدہ آخری حصہ ایک مسلسل کتاب ہو۔ اور بعد میں وہ علیحدہ علیحدہ حصوں میں مجلد کرالیا گیا ہو۔

تفسیر اشرف کی تقریر و تحریر ساتھ ساتھ ہوتی رہی۔ جیسا کہ مندرجہ تاریخوں سے صاف ظاہر ہے۔ مگر بعد میں بھی اصلاح و نظر ثانی کا سلسلہ جاری رہا۔ کچھ عبارات قلمزد کی گئی ہیں۔ بعض مقامات پر حواشی بڑھائے گئے ہیں۔ کہیں کہیں ضمائم ثبت ہیں، جو اگرچہ قلیل ہیں مگر یہ اطلاع دے رہے ہیں کہ تفسیر اشرف کوئی وقتی چیز نہیں تھی۔ بلکہ بعد میں بھی کئی سال تک غور و فکر کا موضوع رہی۔ اور اس میں ایضاح و اصلاح کا کام ہوتا رہا۔ اور یہ تمام توضیحات و اضافات خود حضرت کے ارشادات و تقریرات سے اخذ کئے گئے۔ اور ان کی افادیت و معنویت کی وجہ سے تفسیر کے متعلقہ مقامات پر ٹانک دیئے گئے۔

مکمل درس قرآن پانچ جلدوں میں مرتب ہوا ہوگا۔ جس کی تین جلدیں ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہیں۔ اور تینوں مولانا ناظر حسن کے قلم کی یادگار ہیں۔ جلد اول سورۂ فاتحہ سے سورہ انفال آیت ۱۵ تک۔ دوسری جلد جو انفال سے سورہ بنی اسرائیل تک ہوگی دستیاب نہیں ہوئی۔ تیسری جلد سورۂ کہف سے سورۂ نمل تک۔ چوتھی جلد سورہ قصص سے سورہ شوریٰ تک۔ پانچویں اور آخری جلد جو سورہ شوریٰ سے آخر قرآن تک ہوگی۔ راقم سطور کے علم میں نہیں ہے۔ دستیاب جلدوں میں جلد اول آٹھ سو بتیس صفحات پر، جلد ثانی دو سو چھیاسٹھ صفحات پر اور جلد سوم دو سو پچیس صفحات پر مشتمل ہے۔ دونوں جلدوں میں عموماً ۲۳ سطور ہیں۔ سائز فلسکیپ، قلم رواں مگر صاف ہے۔

لیکن پہلی نظر میں پڑھنے میں تکلف ہوتا ہے۔

۲۔ نور الناظرین یا تحقیقاتِ اشرفیہ: مولانا ناظر حسن نے جامع العلوم کانپور میں حضرت کے درس جلالین کے افادات قلم بند کئے ہیں۔ پیش نظر نسخہ سورۃ بقرہ اور سورہ زمر کی تشریحات پر مشتمل ہے۔ سورہ بقرہ کے بعد سورۃ آل عمران، سورۃ رعد، سورۃ قصص اور سورۃ احزاب کی بھی ایک ایک دو آیات پر گفتگو فرمائی ہے۔ سورۃ زمر کی شرح آیات پر کتاب ختم ہوگئی۔ مولانا ناظر حسن نے حضرت ہی کا مقولہ نقل کیا ہے:۔

" اب عاجز بھی یہی حمد پر ختم کلام کرتا ہے۔ ربنا تقبل منّا انک انت السمیع العلیم"

اس کے بعد مولانا لکھتے ہیں:۔

" احقر نے ۲۸ رمضان المبارک (؟) کو وقت ۳ کے فرصت پائی۔ الحمد للہ علی ذالک"

مولانا ناظر حسن کی تحریرات یا زیر نظر نسخہ میں ایسی کوئی عبارت نہیں جس سے تقریر جلالین کے ناقص و ناتمام رہنے کی وجہ معلوم ہو سکتی۔ میرا خیال ہے کہ تفسیر جلالین مدرسہ میں حضرت کی زیر درس کتابوں میں شامل نہیں تھی۔ سالانہ تعطیلات میں شاید طلبہ کی استدعا پر حضرت نے جلالین کے ضروری مباحث کی وضاحت منظور فرمائی۔ آخر رمضان تک سورہ زمر تک بات پہنچی۔ رمضان المبارک ختم ہو جانے کی وجہ سے اسی پر خاتمہ کلام فرما دیا۔

اگر حضرت نے جلالین کا باضابطہ درس دیا ہوتا تو صرف چند مقامات پر تقریر کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ تمام ضروری مباحث پر گفتگو ہوتی۔ اور مولانا ناظر حسن پوری تقریر قلم بند کرنے کا حسب معمول پورا اہتمام کرتے اور اگر مکمل تقریر لکھنے کا موقع نہیں تھا تو آخر میں خاتمۃ الکلام کی شمولیت غیر ضروری تھی۔

مولانا ناظر حسن نے تقریرات جلالین کو تحقیقات اشرفیہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مگر جب یہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرا تو حضرت نے نام تبدیل فرما کر "نور الناظرین" کر دیا۔ حضرت نے اس نسخہ کو ملاحظہ فرما کر اصلاح سے نوازا۔ پیش نظر نسخہ میں والذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ) کی تقریر میں ایک لفظ قلم زد کر کے حاشیہ پر تصحیح کی گئی ہے۔ جو بلاشبہ حضرت کے قلم سے ہے۔

میرا خیال ہے حضرت نے پہلی بار کانپور کے زمانہ قیام میں ملاحظہ فرمایا۔ اور تھانہ بھون تشریف لانے کے بعد مولانا نے اس کی نقل حاصل فرمائی۔ اور تھانہ بھون تشریف لانے کے بعد مولانا سے اس کی نقل حاصل فرمائی۔ جو مجلس خیر کے ذخیرہ میں محفوظ رہی۔ حضرت تھانوی نے تنبیہات وصیت میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

" ان مسودات کی فہرست جن پر اب تک مجلس کا کچھ خرچ نہیں ہوا، یا مجلس کو ان کی قیمت ایک مرتبہ وصول ہو گئی ہے۔ جو صاحب ان میں سے کسی کی نقل لے کر چھپوا دیں گے تو اگر وہ کتاب سو صفحہ یا اس سے کم ہو گی تو اس کی بیس جلدیں، اگر سو صفحے سے

زائد ہو گی تو دس جلدیں ان سے لی جاویں گی۔"

مذکورہ عبارت کے تحت جن کتابوں کا ذکر ہے اس میں نور الناظرین بھی شامل ہے، لکھا ہے:۔

"نور الناظرین: تقریرات متعلقہ جلالین تقطیع فلس کیپ حجم ۴، صفحے۔" [1]

مجلس خیر کا مملوکہ نسخہ کتب خانہ دار العلوم کراچی میں ہے۔ راقم سطور کو اس نسخہ سے استفادہ کا موقع نہیں ملا۔ مگر خیال ہوتا ہے کہ تنبیہات وصیت کی منقولہ بالا عبارت میں ۴ صفحات کا سہو کتابت ہے۔ اور اگر یہ تعداد صحیح ہے تو مولانا ناظر حسن کے نوشتہ نسخے میں موجود خاتمۃ الکلام کیا مطلب ہوگا؟

۳۔ کنز اللطائف یا المسک الذکی علی جامع الترمذی: حضرت کے درس ترمذی کی تقریر ہے۔ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں قلم بند ہوئی۔ اور مولانا ناظر حسن کے الفاظ میں "بہت ہی جانفشانی اور عرق ریزی سے لکھی گئی۔ اور ۱۳۱۳ھ میں کتابت ہوئی۔ ترمیمہ کتاب مندرجہ الفاظ پر مشتمل ہے۔

"یہ کتاب مورخہ ۸ رجمادی الاخری کو بعونہ تعالیٰ تمام ہوئی۔ راقم نے اس کو بہت ہی جانفشانی اور عرق ریزی سے لکھی۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں۔ یہ ارشاد فرمودہ ہے حضرت مولانا و مرشدنا مولوی محمد اشرف علی صاحب کی۔ میں نے سبقاً سبقاً لکھا ہے۔ مورخہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ، چونکہ تاریخ اختتام کی رہ گئی تھی۔ لہٰذا اس کو..... لکھی گئی، ابتدا اس تاریخ کو درج کیا بقلم ناظر حسن عفا عنہ"

یہ نسخہ فلس کیپ سائز کے تین سو اڑتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس نسخہ کی پیشانی پر حضرت تھانوی کے قلم سے یہ عبارت تحریر ہے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اشرف علی عرض کرتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین کچھ ترمیم کے ساتھ مرتب کرائے گئے ہیں جس کا نام المسک الذکی فی حواشی الترمذی رکھا گیا ہے۔ اور اس کتاب میں کچھ غلط ہو گیا تھا۔ وہ ترمیم سے جاتا رہا پس اصل معتمد اس نقل مذکور مسمی بہ المسک الذکی کو سمجھنا چاہیے اور اس اصل مسودہ کو اس کا تابع قرار دیا جاوے۔"

فقط۔ بقلم خود ۲۱ رجب ۱۳۳۵ھ

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا کی لکھی ہوئی یہ تقریر جب حضرت کے ملاحظہ سے گذری تو اس تقریر کو بنیاد بنا کر حضرت نے سنن ترمذی کی مفصل شرح لکھنے کا ارادہ فرمایا، اور لکھنا شروع کر دیا۔ مگر چند ہی صفحات لکھے گئے تھے کہ یہ سلسلہ درمیان میں رہ گیا۔ مصروفیات کے سبب تکمیل کا موقع نہیں ملا۔ حضرت نے اصل تقریر اور اپنے حواشی کے مجموعہ کو المسک الذکی فی حواشی الترمذی کے نام سے موسوم فرمایا، حضرت تحریر فرماتے ہیں:۔

[1] ماہنامہ الامداد تھانہ بھون محرم ۱۳۳۷ھ ص

"المسک الذکی ترمذی کے ان حواشی کا نام ہے جس میں میری بعض تقریرات کو بعض طلبہ نے میرے پاس پڑھنے کے وقت اردو میں ضبط کر لیا تھا۔ جو مدت تک بحالت تسوید ان کے پاس رہی پھر مجھ کو خیال ہوا کہ تبییض ہو جاوے تو دوسروں کو بھی نفع ہو۔ میں نے کچھ شروع بھی کیا۔ اور دو تین صفحے لکھے بھی، کچھ عربی میں اور زیادہ فارسی میں، مگر وقت نہ ملنے کے سبب تکمیل سے قاصر رہا۔ اور بعض دوسرے طلبہ سے اس کی تکمیل کرائی۔"[1] ایضاح وتکمیل کی خدمت۔ مولانا احمد حسن سنبھلی[2]

---

[1] ضمیمہ الثواب الجلی من المسک ص ۳-۶۔ طبع اول (دہلی بلا سنہ)

[2] مولانا احمد حسن سنبھلی ضلع مرادآباد کے باشندے، جید فاضل اور صاحب تحریر شخص تھے۔ حضرت تھانوی سے بیعت ہوئے۔ اجازت و خلافت حاصل کی۔ اور ماہنامہ مشاہرہ پر حضرت کے زیر سایہ مجلس خیر میں تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہو گئے۔ مولانا نے فقہی موضوعات پر حضرت کے فتاویٰ کی وضاحت و نظر ثانی کی۔ بعض رسائل تصنیف کئے۔ اور متعدد تالیفات مولانا کے قلم سے نکلیں۔ مگر عجیب اتفاق ہے کہ مولانا کی لکھی ہوئی اکثر کتابوں پر حضرت کے دوسرے علماء سے نظر ثانی کروانی پڑی۔ کیونکہ مولانا کا قلم غیر محتاط، اور وہ اسلاف پر تنقید میں جری تھے۔ یہ بات حضرت کی ناگواری اور بعد کا سبب تھی۔ مگر حضرت یہ خیال فرماتے رہے کہ رفتہ رفتہ اصلاح ہو جائے گی۔ اس لئے صراحتاً تو کچھ نہیں فرمایا مگر اشارۃً اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرما دیا۔ مولانا کو یہ اظہار بھی ناگوار گذرا۔ اسی دوران مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں نئے مہتمم کا تقرر ہوا۔ مولانا اس عہدہ کے طلب گار تھے۔ مگر ان کو مہتمم بنانا اہل مشورہ کی رائے اور مدرسہ کی مصلحت کے خلاف تھا۔ دوسرے شخص کا مہتمم معین ہونا مولانا کو سخت ناپسند ہوا۔ اور حضرت سے اپنے خیالات کا اظہار بھی کر دیا مگر حضرت نے تحمل فرمایا۔ اور مولانا برابر خانقاہ میں رہتے رہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب خلافت کی تحریک شباب پر تھی اور حضرت تھانوی کمیٹی کے طریقۂ کار سے اختلاف کا برملا اظہار فرما چکے تھے۔ اس لئے تحریک کو کسی ایسے شخص کی تلاش ہوئی جو حضرت کے اثرات کو ختم یا کم کر سکتا۔ سوئے اتفاق کہ نظر انتخاب مولانا سنبھلی پر گئی۔ اور غالباً مولانا نے اس کو منظور بھی کر لیا تھا۔ ملاحظہ ہو مکتوب سنبھلی بنام حضرت تھانوی ۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء (النور رمضان ۱۳۴۱ھ ص ۱۵) اس لئے حضرت نے ان کو خانقاہ اور مدرسہ کی خدمات سے سبکدوش فرما دیا۔ خاصی ردوکد کے بعد مولانا سنبھلی تھانہ بھون سے گئے۔ بعد میں کچھ اور باتیں سامنے آئیں تو حضرت نے مولانا سے بار خلافت ہلکا کرنا بھی ضروری سمجھا۔ اور اس کا اعلان فرما دیا۔ تو مولانا برہم ہو گئے۔ اور حضرت کو نازیبا خطوط لکھنے شروع کئے۔ ہر خط گذشتہ خط سے تیز تر ہوتا تھا۔ اور ان میں ایسے ایسے نامناسب الفاظ استعمال کئے جن کا ذکر طبیعت پر بار ہے۔ حضرت نے یہ سب خطوط اور مولانا سے اپنے مراسم کی پوری روئداد "موذی مرید" کے عنوان سے مرتب فرما کر ماہنامہ النور، رمضان ۱۳۴۱ھ

(باقی اگلے صفحہ پر)

کے سپرد ہوئی۔ مولانا نے دلچسپی کے ساتھ اس کو سر انجام کیا۔ مجمل عبارات کی وضاحت کی، ناتمام مباحث پر مناسب اضافات کئے۔

مولانا کا طریقۂ کار یہ ہے کہ مولانا ناظر حسن کی تقریر بلفظہ نقل کریں گے۔ اختتام تقریر پر " انتہی التقریر " کی عبارت درج ہوگی۔ پھر ف کا اشارہ دے کر حضرت کے افادات نقل ہوں گے۔ اگر زیرِ نظر عبارت پر حضرت کا کوئی افادہ نہیں ہے۔ تو مولانا سنبھلی اس پر خود طبع آزمائی کریں گے۔ " افادہ الجامع " کے لفظ سے خود نوشت ہونے کی صراحت ہوگی۔ لیکن حضرت سے منسوب افادات تمام کے تمام حضرت کے نوشتہ نہیں ہیں۔ کچھ چیزیں مولانا سنبھلی نے تالیف کے دوران اضافہ کی ہیں۔ مولانا سنبھلی اثنائے تالیف میں حضرت سے رجوع کرتے رہے۔ بعض مرتبہ حضرت کوئی تازہ تحقیق بیان فرماتے تو مولانا اس کو بھی کتاب میں شامل کر لیتے ـــــ مولانا ناظر حسن کی لکھی ہوئی تقریر تمام تر اردو میں، اور مولانا سنبھلی کے افادات عربی ہیں، اور چند توضیحات اردو میں بھی ہیں۔

مولانا سنبھلی نے اپنے کام کو متعین حدود میں پورا کیا، اور ایسے نئے مباحث شروع کرنے سے احتیاط برتی جن کا تقریر میں تذکرہ نہیں۔ مثلاً حضرت نے پورے درس میں کہیں بھی ابواب ترمذی کو موضوع سخن نہیں بنایا۔ تو مولانا سنبھلی بھی ایسے مقامات سے خاموش گزر گئے ہیں۔

" واضح ہو کہ ابواب ترمذی کی شرح نہ احقر نے کی ہے اور نہ حضرت کی ان تحریرات میں ہے اس کے متعلق احیاء السنن دیکھ لیا جائے " [۵]

لیکن ترمذی کی جو عبارات۔ غالباً مولانا ناظر حسن کے کسی سبق میں موجود نہ ہونے کی بنا پر ناقص رہ گئی تھیں

میں شائع کرا دیا تھا۔ یہ رسالہ اہل سلوک و معرفت کے لئے عبرت و موعظت کا سرمایہ ہے۔

[۴] احیاء السنن، تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: مقدمہ اعلاء السنن از مولانا محمد تقی عثمانی ص ۲۳ کراچی بلا سنہ) امداد المسائل۔ رجوع فرمایئے۔ مقدمہ امداد الاحکام ص ۴۷ کراچی ۱۴۰۰ھ) زیرِ تعارف کتاب المسک الذکی کے علاوہ متعدد تالیفات مولانا کی یادگار ہیں۔ مولانا نے اپنی کتاب تہذیب السالکین (امداد المطابع تھانہ بھون ۱۳۴۷ھ) کے آخر میں اپنی ۲۵ تالیفات کا تعارف کرایا ہے۔ جس میں بیس مطبوعہ ہیں۔ اور بعض کے ایک سے زائد ایڈیشن چھپ چکے تھے۔ خانقاہ امدادیہ سے علیحدہ ہونے کے بعد تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر بعد کی اکثر تالیفات طباعت سے محروم رہیں۔ آخر عمر میں دماغ سے کچھ معذور ہو گئے تھے۔ اسی حال میں وفات پائی۔ اور آخر ۱۳۷۰ھ تک حیات تھے صحیح تاریخ وفات معلوم نہیں۔

[۵] المسک الذکی علی الجامع الترمذی جلد اول ص ۱۳ (مخزونہ دار العلوم کراچی)۔

مولانا سنبھلی نے ان کی پیوند کاری کی۔ اور مولانا ناظر حسن کے خلا کو پُر کرنے میں کامیاب رہے مولانا ناظر حسن کے مسودہ میں باب الاستتار عند الحاجۃ باب ما جاء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد الحاجۃ ابعد فی المذھب[1] کی تقریر موجود نہیں۔ مولانا سنبھلی نے اس موقع پر ضروری تشریحات کا اضافہ کیا اور نوٹ لکھا۔

"واضح ہو کہ یہ مضمون باب الاستتار سے یہاں تک بندہ حقیر احمد حسن نے ضروری سمجھ کر بڑھا دیا ہے۔ حضرت کی تقریر و تحریر میں قلم بند نہ تھا"[2]

المسک الذکی کا مکمل نسخہ جو دو جلدوں اور ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ذخیرہ مجلس خیر دار العلوم کورنگی کراچی (پاکستان) میں محفوظ ہے[3] جلد اول ۴۵۰ صفحات پر اور جلد ثانی صرف ۱۵۸ صفحات پر محتوی ہے جلد اول کے سر عنوان حضرت تھانوی کے قلم سے یہ الفاظ تحریر ہیں۔

تویبد بعض القارئین علی و تبییض لبعض الکاتبین لدی، الذی یعبر نفسہ بالجامع

المسک ذکی کی پہلی جلد ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ میں مکمل ہوئی۔ مولانا سنبھلی کی اطلاع ہے۔

"قد تم تعلیق الجزء الاول من الترمذی بحمد اللہ عزوجل بعد العصر الثالث من ربیع الاخر ۱۳۳۴ھ"

اور جلد ثانی ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ میں اختتام پذیر ہوئی۔ ترقیمہ کتاب ان الفاظ پر مشتمل ہے۔

"الحمد للہ تعالیٰ عزوجل! کہ حاشیہ ترمذی آج بتاریخ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ قبل عصر تمام ہو گیا۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم"

سطور بالا میں گزر گیا ہے کہ مولانا ناظر حسن کا مکتوبہ نسخہ جو تین سو اڑتیس صفحات پر مشتمل ہے ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے۔ اس نسخہ کے حواشی پر مولانا سنبھلی کے قلم سے چند عبارات بھی ثبت ہیں۔

تا دم تحریر کنز اللطائف یا المسک الذکی کی ترتیب و تدوین کے بعد ایک سے زائد مرتبہ تنبیہات وصیت میں اس کا تذکرہ آیا[4] اس کی طباعت کے اخراجات کا تخمینہ بھی شائع ہوا[5] اور تالیفات اشرفیہ میں بھی اس کی عدم اشاعت کا ذکر آیا ہے لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراہ

---

[1] جامع ترمذی ص ۴ تا ۵ (مجتبائی دہلی ۱۳۲۸ھ) [2] المسک الذکی علی الجامع الترمذی ص ۱۲

[3] راقم سطور اس نسخہ سے استفادہ کے لیے حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی کا نہایت ممنون ہے۔ یہ بے بضاعت جب مارچ ۸۵ میں کراچی حاضر ہوا تو حضرت مولانا نے اپنی انتہائی مصروفیات کے باوجود اس نسخہ سے استفادہ کی سہولت بہم پہنچائی۔ [4] تتمہ رابعہ تنبیہات وصیت ص ۲ تتمہ ثالثہ ص ۱۷

يايها الذين امنوا اتقوا الله
حق تقته ولا تموتن
الا وانتم مسلمون ۝ واعتصموا
بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

ترجمہ ماسٹر محمد عمر خان گڑھ

ارشادات مجدد الف ثانیؒ

فضیلت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خاص مقام حاصل ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد تمام ازواج مطہرات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی۔ آپ زوجۂ رسول ہونے کی وجہ سے قرآنی اعلان کے مطابق تمام امت کی ماں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بھی حضرت عائشہ صدیقہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں ہوا۔ اور ان کی گود میں ہوا۔ آپ کے حجرہ کی مٹی عرشِ عظیم سے بلند تر ہے۔ آپ کی پاک دامنی کی گواہی خداوند تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں دی۔

آپ کو مقام اجتہاد بھی حاصل تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نصف دین انہی کے ذریعہ ہم تک پہنچا۔ اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور ناقابل حل مسائل ان ہی سے سلجھا کرتے تھے۔ ایسی مقدسہ مطہرہ صدیقہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے مطعون کرنا نامناسب باتیں ان کی طرف منسوب کرنا بالکل نامناسب ہے ایمان کے تقاضے کے خلاف ہے۔

چند سال پہلے فقیر کا یہ طریقہ تھا اگر حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصال ثواب کے لئے کھانا پکاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ، حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ اجمعین کو شامل کر لیا کرتا تھا۔

ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ میں سلام عرض کرتا ہوں۔ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم فقیر کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ چہرۂ انور دوسری طرف فرمائے ہوئے ہیں۔ پھر اس اثنا میں فرمایا کہ میں عائشہ کے گھر کھانا کھاتا ہوں جو مجھے کھانا کھلانا چاہے وہ میری عائشہ کے گھر بھیجے۔ اُس وقت فقیر کو علم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم توجہی کا باعث یہ ہے کہ میں حضرت صدیقہ طاہرہ سلام اللہ

علیہا کو ایصالِ ثواب میں شریک نہیں کرتا۔ اس کے بعد فقیر نہ صرف حضرت عائشہ صدیقہ بلکہ تمام ازواجِ مطہرات کو شریک کرتا تھا۔ کہ سب ازواج اہلبیت نبوی ہیں۔

حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو تکلیف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں گستاخی سے ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ حضرت عائشہ رضؓ کی شان میں گستاخی سے ہوتی ہے۔ صاحبِ عقل و دانش اس فرق کو سمجھ سکتا ہے۔

علماء اہلِ سنت والجماعت حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ کو علم و اجتہاد میں حضرت فاطمۃ الزہرا پر فضیلت دیتے ہیں فاطمہ کو بتول کہتے ہیں جو انقطاع میں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز غنیۃ الطالبین میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مقدم سمجھتے ہیں۔ لیکن فقیر کا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علم و اجتہاد میں افضل ہیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زہد و تقویٰ میں بڑھ کر ہیں۔ اسی واسطے انہیں بتول کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ اصحاب کے فتاویٰ کا مرجع تھیں اور جو مشکل مسائل اصحاب نبی رضوان اللہ اجمعین کو پیش آتے تھے حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا حل طلب کرتے تھے۔ وہ لڑائی جھگڑے جو اصحاب کرام رضوان اللہ اجمعین کے درمیان واقع ہوئے جیسا کہ جمل اور صفین کی لڑائی ان کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان بزرگوں کے نفوس قدسیہ حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں ہوا و ہوس سے پاک اور حرص و کینہ سے صاف ہو چکے تھے۔ اگر ان کی صلح تھی تو حق کے لیے اگر جھگڑا تھا تو حق کے لیے۔

عقائد کے باب میں امام مالک قدس سرہ العزیز شیخ حرم مدینہ منورہ نے فرمایا کہ جس نے اصحاب نبی میں سے کسی کو گالی دی یا ازواجِ مطہرات میں سے کسی زوجہ مطہرہ کے بارے میں غلط گمان رکھا وہ گمراہ ہے اور جس نے زبان درازی کرتے ہوئے گالی دی تو واجب القتل ہے۔ اور حکومتِ وقت کو چاہیئے کہ تعزیر عبرت مقرر کرے کیونکہ حضرت امیر علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑنے والے کفر پر نہ تھے۔ جیسا کہ بعض روافض کا خیال ہے۔ اور بہت سے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو العیاذ باللہ فاسق سمجھتے ہیں۔

یہ کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ حضرت صدیقہ طاہرہ طلحہ زبیر سلام اللہ علیہا جیسے عشرہ مبشرہ جن کے جنتی ہونے کی بشارت زبانِ نبوت سے ہوئی ہے اور دیگر جید اصحاب نبی ان میں شامل ہیں اس فتنہ کے برپا ہونے کا منشا حضرت سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور ان کے قاتلوں سے ان کا قصاص طلب کرنا ہے۔ جنگِ جمل میں تیرہ ہزار آدمی قتل ہوئے ان میں حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضوان اللہ تعالیٰ جو عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں۔ یہ حضرات حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص چاہتے تھے۔ حضرت معاویہ کے ساتھ شام میں آ شامل ہوئے۔ اور جنگ صفین میں شریک تھے۔ امام

غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کر دی ہے کہ وہ جھگڑا خلافت کے لئے نہیں ہوا بلکہ قصاص عثمانؓ کی خاطر تھا جو کہ حضرت امیر علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کی ابتدا میں ہوا۔

حضرت امیر علی کرم اللہ وجہ سے منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے بھائی ہم سے باغی ہو گئے یہ لوگ نہ کافر ہیں نہ فاسق ہیں کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے جو کفر و عصیان اور فسق سے روکتی ہے۔

جمہور اہلسنت اسلاف کا عقیدہ ہے کہ حضرت امیر علی کرم اللہ وجہ حق پر تھے۔ اور ان کے مخالف اجتہادی خطا پر جو کہ تحقیر و طعن سے دور ہیں جب صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اجتہادی امور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مذموم اور قابل ملامت نہ ہوتا تھا۔ اور بوجود نزول وحی کے ممنوع نہ سمجھا جاتا تھا۔ تو حضرت امیر کرم اللہ وجہ کے ساتھ بعض امور اجتہادیہ میں صحابہ کرام کا اختلاف کرنا جو کہ تمام اصحاب اہل الرائے اور صاحب اجتہاد تھے۔ مخالفت کرنا کیونکر کفر و فسق ہوا۔ حضرت امیر علی کرم اللہ وجہ سے لڑنے والے صحابہ رضوان اللہ اجمعین کی ایک جم غفیر جماعت جن میں سے بعض کو دنیا میں بلسان نبوت جنت کی بشارت دی گئی ہے برا کہنا سارا دین برباد کرنا ہے۔ اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ حضرت امیر حق پر ہوں اور ان کے مخالف خطا پر۔

حضرت طلحہ و زبیر اصحاب کبار رضوان اللہ اجمعین جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی جنتی ہونے کی بشارت دی ان پر طعن کرنا نامناسب ہے یہ طعن لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد خلافت کے فیصلے کو جن چھ آدمیوں کے سپرد فرمایا ان میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضوان اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ وہی عاشق رسولؐ صحابی ہیں جس نے اپنے والد کو اس بے ادبی کے باعث جو اس نے جناب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی قتل کر کے والد کا سر آں جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پیش کیا۔ قرآن مجید نے اس عمل کی تعریف اور ثنا بیان فرمائی۔

حضرت زبیر وہی ہیں جن کے قاتل کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کی وعید فرمائی۔ اور یوں فرمایا قَاتِلُ زُبَیرٍ فِی النَّار۔

یہ حضرات حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ کے طرفدار تھے۔

ان لوگوں نے حضور پر سب کچھ قربان کیا۔ اولادیں۔ والدین گھر بار مال و اسباب قربان کیا شرف صحبت حاصل کیا۔ وحی الٰہی کا مشاہدہ کیا۔ فرشتوں کو دیکھا پیغمبر کے معجزات کو دیکھا حتیٰ کہ ان کا غیب شہادت بن گیا۔ ان کا علم عین الیقین بن گیا۔ اسی وجہ سے دوسروں کا اُحد پہاڑ جتنا سونا راہ خدا میں

باقی صفحہ ۴۶ پر

نزلہ، کھانسی اور زکام
سردی کے موسم میں عام

مناسب احتیاط برتیئے ۔ بروقت سُعالین لیجیے

از جناب مولانا عبدالحلیم اثرؔ افغانی

چند یادیں

مجلہ الحق اکوڑہ کی تازہ اشاعت مجھے آج ۴ رجنوری ۱۹۸۶ء موصول ہوئی۔ اس میں برادر عزیز مولانا عبدالحق شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ سلمہ اللہ کا ایک مضمون صحبتے با اہل حق کے ذیل میں ان کے اساتذہ ہند کے بارے میں شائع ہوا ہے۔ راقم الحروف ان مشاہیر کا جن کا ذکر برادر عزیز نے کیا ہے ان کی چند یادوں کو ترتیب دے کر ارسال کر رہا ہوں۔

مولانا ابوالکلام آزاد

(الف) مولانا ابوالکلام آزاد نسلاً حسنی سادات کے خاندان سے تھے حسنی سادات میں دو بزرگ ہو گذرے ہیں۔

۱۔ محمد اکبر سائر الصابرین جن کی نسل سے سید ابوالطیب علی متوفی ۵۳۵ھ ہیں اور ان کی نسل سے مولانا عبدالحی لکھنوی، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ابوالحسن علی ندوی ہیں (جن کا ایک مضمون مجلہ الحق کی اسی اشاعت میں شامل ہے) حضرت شیخ الحدیث سید انور شاہ کاشمیری اس نسل سے ہیں۔

۲۔ محمد اکبر سائر الصابرین کے چھوٹے بھائی تھے۔ داؤد الامیر جن کی نسل سے ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔

ب۔ مولانا ابوالکلام آزاد ۱۹۲۱ء میں پشاور شہر تشریف لائے تھے۔ صوبہ سرحد میں نیشنل کانگریس کی شاخ قائم کی۔ ڈاکٹر گوش بنگالی پراونشل کانگریس کمیٹی کے صدر۔ آغا عل بادشاہ بخاری۔ سید قاسم جان۔ علی گل خان۔ علی عباس اور کئی دوسرے ورکنگ کمیٹی کے ممبر بنے۔

ج۔ مولانا آزاد کی ادا۔

مولانا آزاد کی مخصوص ادا یہ تھی کہ شیروانی پہنے۔ تنگ چوڑی دار پاجامہ پہنے تقریر کرنے کھڑے ہوتے تو سیدھی سادی تقریر ہوتی جو دس پندرہ منٹ یا آدھی گھنٹہ جاری رہتی۔ لیکن جب وہ اپنا سفید تہہ کیا ہوا چادر اپنے گلے سے مفلر کی طرح تہہ بہ تہہ لپیٹ لیا کرتے تھے تو ان کی اس ادا کے تجربہ رکھنے والے سمجھتے کہ اب سامعین کی خیر نہیں۔ شام کی تقریر صبح تک اور صبح کی دوپہر تک جاری رہتی۔ اور جوں جوں وقت

گذرتا ان کی تقریر کی گھن گرج بڑھتی رہتی۔ اردو ادب کے انمول موتی بکھیرتے رہتے۔ اور تقریر کے دوران وقفہ وقفہ سے عربی، فارسی اور اردو کے اشعار فرمایا کرتے۔

پشاور میں ۱۹۲۱ء کی ان کی تقریر ان نامور اسلاف اور مشاہیر کے بارے میں تھی جنہوں نے صوبہ سرحد کی خاک پاک سے اٹھ کر بنگال تک اسلام کا پرچم لہرایا۔ بختیار خلجی نے صوبہ سرحد کے شمالی وزیرستان کی وادی بویہ سے چل کر اپنے ساٹھ جاں نثاروں کے ساتھ بنگال فتح کیا تھا۔ سرحد کے جیالے افغانو! اٹھو اور ہندوستان کو انگریزوں کی تسلط سے آزاد کرالو۔

د۔ مولانا آزاد کی علمی یادگاروں ہیں۔ ۱۔ تفسیر قرآن۔ ۲۔ تفسیر سورہ کہف۔ ۳۔ اوران کی آپ بیتی (تذکرہ ہے) ۴۔ مجلہ الہلال جو آپ نے کلکتہ سے ۱۹۲۷ء میں جاری کیا تھا۔ اس مجلہ میں آپ نے کسی عرب شاعر ایک شعر نقل کیا تھا ؎

كان لم يكن بين الحجون الى الصفاء
انيسٌ و لم يسمر بمكة سامرُ

جیسے کوئی نہیں تھا اَجیا اور صفا کی پہاڑیوں کے درمیان کوئی دوست اور نہ رات کا قصہ سننے سنانے والا مکہ میں نہیں تھا۔ وہ سمر اللیل رات کی کہانی سنانے والا، ابوالکلام آزاد آج ہم میں نہیں ہیں۔ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی داستان سنانے والے آج بھی موجود ہیں لیکن سید ابوالکلام آزاد الحسینی کی تقریر کی وہ ادا کہاں اثر افغانی دل کے گوشوں میں آج بھی ان کی آواز گونج رہی ہے۔

مجلہ الحق کی اسی اشاعت میں مولانا آزاد کے متعلق جناب شیر محمد خان غورغشتی کا مضمون بھی ہے جس میں موصوف لکھتے ہیں کہ پاکستان کے قیام کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد نے فخر افغان خان عبدالغفار خان کو مشورہ دیا تھا کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں لیکن باچا خان نے یہ مشورہ قبول نہ کیا۔

جہاں تک واقعات اور حقائق کا تعلق ہے

باچا خان نے مولانا آزاد کا مشورہ قبول کیا تھا | باچا خان جو انڈین لیجس لیٹو اسمبلی کے ممبر تھے۔ پاکستان قیام کے بعد ان کی ممبری آل پاکستان لیجس لیٹو اسمبلی کی طرف منتقل ہو گئی تھی۔ اس اسمبلی کے پہلے اجلاس کے موقع پر جناب باچا خان اور جناب جناح مرحوم کی ملاقات ہوئی۔ اور ان کے درمیان جو بات چیت ہوئی اس راقم الحروف کو اس لئے ذاتی علم ہے۔ کہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا ممبر، آل انڈیا مسلم لیگ کمیٹی آف ایکشن کا ؟ اور آل ٹرائبل ایریا مسلم لیگ کا چیف آرگنائزر تھا۔ میرا تعلق صوبہ سرحد سے تھا۔ اور ان دونوں مشاہیر کے درمیان بات چیت سے میری آگاہی لازمی تھی۔ اس گفتگو سے متعلق بعض نکات کی وضاحت مجھے کرنا تھی۔

ز افغان باچاخان اور جناب جناح صاحب مرحوم کے درمیان سمجھوتہ ہوگیا تھا۔ جناح صاحب کے الفاظ تھے ۔

باچا خان! میرے چند گنے چنے مخلص ساتھی ہیں۔ لیکن حکومتی نظام ہاتھ میں لینے کے ساتھ انگریزوں سے اصل شدہ نظام کے ساتھ انگریزوں کے بیوروکریسی کے شاطر و عیار کارندے بھی ساتھ ملے ہیں۔ آپ نے اس بیوروکریسی کے خلاف طویل اور صبر آزما جدوجہد کی ہے۔ آئیں پاکستان کی قیادت سنبھالیں۔ میں تو چند دنوں کا مہمان ہوں تاکہ پاکستان کی سیاست بیوروکریسی کے ہاتھوں بچ سکے اور اقتدار سیاست دانوں کے ہاتھوں ں ہی رہے ۔

سمجھوتہ ہوگیا تھا۔ اسے کن عناصر نے ناکام بنایا۔ راقم الحروف ایک الگ مضمون میں ان واقعات اور حقائق سے بحث کرنا چاہتا ہے جو آج تک پردۂ راز میں ہیں۔

جناح نے ابوالکلام کا نہیں مانا

وزارتی مشن کے دنوں جب مرحوم محمد علی جناح نے تقسیم ہند کی صورت ں مغربی اور مشرقی پاکستان کا تصور پیش کیا تو حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے سردار عبدالرب نشتر مرحوم کو بلوا کر ان سے کہا کہ :-

"قائد اعظم سے کہہ دیں کہ پاکستان ایسا کہ تقسیم ہند کے بعد خود پاکستان ہی تقسیم ہو۔ نصف پاکستان مغرب میں اور نصف مشرق میں اس سے خود مسلمان تقسیم ہو جائیں گے کچھ بھارت میں کچھ پاکستان کے دونوں بازوؤں میں۔ پاکستان ہندو مسلم دو قوموں کے نظریہ پر بنایا جا رہا ہے۔ اس نظریہ کے تحت قائم ہونے والی ریاست کے لئے مقابل ریاست انڈیا کے ساتھ تبادلہ آبادی کرنا ہوگا۔ بنگال میں بھی اور مغربی پاکستان کے صوبوں میں بھی۔ اس صورت میں بھی پنجاب اور بنگال دونوں کے مسلمانوں کو تقسیم بھی ہونا پڑ جائے گا۔ اور ان کو تبادلہ کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔

سردار صاحب! جناح صاحب کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے لئے متحدہ پنجاب کا انتخاب کریں۔ پنجاب کے ۳۶ - اضلاع ہیں۔ مسلم آبادی کی جو تعداد پورے بنگال میں ہے پورے پنجاب سے زیادہ نہیں ہے۔ ہندوستان کی تقسیم کی صورت میں مسلمان اور ہندو دونوں قوموں کا تبادلہ لازماً ہوگا۔ بنگال کے مسلمانوں کا پنجاب میں تبادلہ کیا جائے تو اس صورت میں ایک ایسا پاکستان بنایا جا سکے گا جس سے مسلمانوں کی ایسی ریاست بن سکے گی جس کی سرحد دہلی تک ہوگی مضبوط اور مستحکم ہوگی۔ اور اسے اس خطرہ کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا جو پاکستان کے مشرقی

اور مغربی دو حصوں کے تصور میں ہے۔ جس کی صورت میں مغربی پاکستان سے
مشرق تک جانے کے لئے ہندوستان کی حدود کے اندر ایک ہزار میل سے زیادہ
کا راستہ ہندوستان سے مانگنا ہوگا جب کہ بحری راستہ سے مشرقی بازو تک پہنچنے میں
مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

دوسری بات یہ کہ مشرقی پاکستان کی صورت جو بھی ہوگی اس کے ایک طرف
سمندر اور تین طرف ہندوستان ہوگا۔ اور جو پاکستان متحدہ پنجاب کی صورت میں ہوگا
اس کے طرف ہندوستان ہوگا اور آگے چل کر مغربی اور مشرقی پاکستان کی صورت میں
پاکستان کے لئے جن خطرات کا لازماً سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کا بھی خطرہ نہیں ہوگا"

مولانا آزاد کا یہ مشورہ جناح صاحب نے نہیں مانا۔ اس سے بحث کرنا ہوگی۔ نہ ماننے کے اسباب اور عوامل
سے پردہ اٹھانا پڑے گا[۱]

سردار عبدالرب نشتر عبداللہ زئی کاکڑ تھے۔ یہ ابدالی قوم کی ایک شاخ ہے۔ جو وادی ژوب میں
رہتی ہے۔ راقم الحروف کے آباؤ اجداد بھی کاکڑی علاقہ میں تھے۔ اس کے علاوہ سردار عبدالرب نشتر کے
والد ماجد مولانا عبدالحنان کی سکونت علاقہ ہشت نگر تحصیل چارسدہ کے موضع ترنگزائی میں تھی۔ جو دریائے
جندی کے مشرقی کنارے پر ہے۔ اسی ترنگزائی کے بالمقابل دریائے جندی کے مغربی کنارے موضع سپل
مائی میں راقم الحروف کے والد ماجد اور ان کے بھائیوں کی دوستی حسب الماضی تھی۔ میرے والد کے تین
بھائی اور تھے مندرجہ ذیل ترتیب سے۔

عبدالحکیم۔ محمد کریم۔ سید کریم اور عبدالرحیم۔ ان میں سے سید کریم میرے والد تھے۔ یہ چاروں بھائی ۱۸۹۷ء
کے جہاد مالاکنڈ گئے۔ محمد کریم اور عبدالرحیم نے شہادت پائی۔ عبدالحکیم گرفتار ہو کر منٹگمری جیل بھجوائے
گئے۔ تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نیلام کی گئی۔ ایک میرے والد زندہ بچ گئے تھے۔ آج میں عبدالحلیم
ان چار بھائیوں کی یادگار صرف ایک فرد ہوں میرا کوئی بھائی نہیں۔

سردار عبدالرب نشتر مرحوم کے والد مولانا عبدالحنان اور میرے والد سید کریم باجوڑ کے وادی ماموند
کے موضع بلوٹ تک انگریزوں کا مقابلہ کرتے رہے تب سے سردار عبدالرب نشتر سے راقم الحروف کا تعلق رہا

---

[۱] قائد اعظم مرحوم کی رائے تھی مغربی پاکستان کے مغرب میں سولہ کروڑ مسلمان۔ اور مشرقی پاکستان کے مشرق میں سولہ
کروڑ مسلمان۔ پاکستان کے دونوں بازو ان بتیس کروڑ مسلمانوں کو منظم کرلے گا (اثر)

وہ مجھ سے عمر میں بڑے تھے ہیں ان کو لالہ کہتا اور وہ مجھے گلے کہتے۔ جناب لالہ صاحب سردار عبدالرب نشتر مرحوم اور مولانا ابوالکلام آزاد کا ان کے ذریعہ جناح صاحب کو پیغام اور بعد کے واقعات راقم الحروف کو ان کے لالہ صاحب مرحوم کے ذریعہ علم میں آئی تھیں۔

برادر عزیز مولانا عبدالحق سلمہ اللہ نے اپنے اس مضمون میں اپنے جن اساتذہ اور اکابر علماء ہند کا ذکر کیا ہے۔ جیسے ۱۔حسین احمد مدنی۔ ۲۔مفتی کفایت اللہ۔ ۳۔مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔ ۴۔مولانا احمد سعید دہلوی اور ان کے علاوہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہم کا۔

برادرم مولانا عبدالحق نے ان مشاہیر کے دینی اور علمی فضیلتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کے سیاسی مقام اور کام کا ذکر نہیں کیا ہے۔ راقم الحروف کی چند یادیں اس موضوع سے متعلق ہیں۔

پس منظر ۱۹۲۷ء میں مولانا آزاد کے ۱۹۲۱ء کی دردناک اپیل پر کہ افغانو! اٹھو۔ اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پہ چل کر ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد کرا لو۔ سترہ ساتھیوں نے بمقام اتمان زائے انجمن نوجوانان کے نام سے ایک سیاسی تحریک کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۲۸ء میں سرخپوش خدائی خدمت گار کے نام سے بمقام اتمان زائے سب سے پہلا اجلاس ہوا۔ مولانا شمس الحق افغانی مرحوم ساکن ترنگزائی نے اس میں والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات پر تقریر فرمائی۔ فیصلہ ہوا کہ جامعہ ملیہ اسلامی دہلی کے طرز پہ ایک دینی درسگاہ قائم کی جائے۔ بعد میں اس تحریک کا نام خلافت کمیٹی رکھا گیا۔

ہشت نگر میں جمعیۃ علماء افغان قائم کی گئی۔ صوبہ سرحد کے طول و عرض میں تحریک خدائی خدمت گار اور تحریک جمعیۃ العلماء کی تنظیم ایک ساتھ ہوتی رہی۔ جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد کی پوری حمایت تحریک خدائی خدمت گار کو حاصل تھی ۱۹۳۰ء میں سرخپوش خدائی خدمت گاروں کی تعداد تین لاکھ تھی۔ اور جب انگریزوں نے خدائی خدمت گاروں کو قید و بند میں ڈالنا شروع کیا تو جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد کے اراکین میں سے ساڑھے تین ہزار علماء خدائی خدمت گاروں کے دوش بدوش قید و بند کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے جھیل رہے تھے۔ ہری پور سنٹرل جیل کے ریکارڈ سے اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

۱۹۳۵ء اس سال سرحد اسمبلی کے سپیکر تھے۔ ملک خدا بخش خان ایڈوکیٹ آف ڈیرہ اسماعیل خان

اور اسمبلی کے ایک رکن تھے۔ خان پیر بخش خان وکیل جو نسلاً گگی زائے افغان تھے پشاور شہر کے رہنے والے تھے اور مرحوم علامہ عنایت اللہ خان مشرقی کے شاگرد خاص۔

خان پیر بخش خان نے سرحد اسمبلی میں محمڈن لا کے نام سے ایک بل جس میں عائلی قوانین، حق وراثت اور حق شفعہ جیسے مسائل تھے۔ پیش کرنا چاہی۔ اس کے لئے جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد سے رائے لی گئی۔

ان دنوں مولانا داؤد ساکن ڈیرہ اسمٰعیل خان جمعیۃ العلماء سرحد کے صدر

۲۔ مولانا محمد اسرائیل ساکن اتمان زائی ناظم اعلیٰ۔

۳۔ اور راقم الحروف عبدالحلیم اثر افغان نائب ناظم اعلیٰ تھا۔

راقم الحروف ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۳ء تک تحریک خدائی خدمت گار میں رہا۔ اور اس کے بعد جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد میں شامل ہوا۔ ۱۹۳۵ء میں جمعیۃ العلماء ہشت نگر اور جمعیۃ العلماء احناف مردان دونوں کا معتمد عمومی۔ جمعیۃ العلماء میرہ کا ناظم اعلیٰ اور جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد کا نائب ناظم اعلیٰ تھا۔

یہ مسئلہ جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد کی ورکنگ کمیٹی میں پیش ہوا۔ جمعیۃ کے ورکنگ کمیٹی میں چالیس ارکان تھے جن میں سے ایک مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم تھے۔ اور دوسرے شیخ الحدیث مولانا خلیل الرحمان ساکن کندی نندرخیل تنگی بیرہ زائے تھے۔ اور تیسرے حضرت سید حسین احمد مدنی کے شاگرد خاص مولانا سید گل بادشاہ صاحب مرحوم ساکن طورو مردان۔

جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد نے فیصلہ کیا کہ پیش نظر مسئلہ کی تائید کو تقویت دینے کے لئے جمعیۃ العلماء ہند کی کانفرنس بمقام پشاور منعقد کی جائے۔ اور فیصلہ کے مطابق بمقام شاہی مہمان خانہ پشاور جمعیۃ العلماء ہند کا اجلاس منعقد کیا گیا۔ یہ سہ روزہ کانفرنس تھی۔ اس میں کل ہند کے ۲۷ سے اکابر علماء نے شمولیت فرمائی جن میں سے چند ایک اکابر علماء ہند وہ تھے جن کا ذکر برادرم عبدالحق نے اپنے ارشادات میں کیا ہے۔

شاہی مہمان خانہ کے عظیم صحن میں بہت بڑا اسٹیج بنایا گیا تھا جس میں تمام مندوبین کے بیٹھنے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اور میزبانی کے فرائض جناب سید مولانا عبدالقیوم پوپلزائی ادا کر رہے تھے۔

مولانا عبدالقیوم پوپلزائی کے بڑے بھائی مولانا عبدالرحیم پوپلزائی تھے جو اپنے عہد کے جید اور متبحر عالم اور اپنے عہد کے بڑے انقلابی رہنما تھے ان کی تحریک مزدور کسان، ۲۔ صوبہ سرحد خلافت کمیٹی ۳۔ صوبہ سرحد خاکسار تحریک۔ ۴۔ صوبہ سرحد خدائی خدمت گار۔ ۵۔ جمعیۃ العلماء سرحد کے نوجوان ان پانچ تنظیموں کے رضاکار معزز مہمانوں اور شرکاء جلسہ کی خدمت کے لئے مصروف تھے۔ ان دنوں صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کا وجود نہیں تھا۔

بل کے حق میں قرارداد کی تائید | بل کے حق میں جو قرارداد کانفرنس میں پیش کی گئی تھی اور اس کی تائید جن اصحاب نے کی تھی، ان میں سے ایک صاحب جناب خان غلام محمد خان مرحوم جو لوند خوڑ علاقہ بانیرائے مردان کے رہنے والے تھے۔ فخر بانیرائے کہلاتے تھے۔ اور پراونشل کانگرس کمیٹی صوبہ سرحد اور خدائی خدمت گار کے صدر تھے۔ آپ نے قرارداد کی تائید کرتے ہوئے فرمایا

" صدر جلسہ سید احمد مدنی صاحب، معزز اراکین جمعیۃ علماء ہند اور دیگر مندوبین و شرکائے کانفرنس میں بحیثیت صدر پراونشل کانگرس کمیٹی صوبہ سرحد اور تحریک خدائی خدمت گار اس پیش شدہ قرارداد کی تائید کا اعلان کرتا ہوں۔ خدائی خدمت گار تحریک کے تین لاکھ رضاکار اس قرارداد کی منظوری کے لئے جمعیۃ العلماء ہند دونوں کے اراکین انگریز کے خلاف جنگ آزادی میں شانہ بہ شانہ شریک اور قید و بند کی تکالیف برداشت کر رہے ہیں یہ قرارداد جیسے جمعیۃ العلماء کی قرارداد ہے میں اپنی پوری ذمہ داری کے ساتھ خان عبدالغفار خان کی طرف سے تائید کرتا ہوں۔

مولانا حسین احمد مدنیؒ | حضرت الشیخ العالم الفاضل والعارف الکامل حسین احمد مدنی صاحب مرحوم بھاری بدن مگر سڈول۔ گندمی رنگ۔ خراسان کے علماء کا لباس اور سنجیدہ، پروقار۔ آپ نے بیٹھ کر تقریر فرمائی۔ جو کافی طویل مربوط اور مسلسل تھی۔ موضوع تھا، مسلمان حکمرانان ہند کے زمانہ میں انسانی ضروریات زندگی کی قیمتیں اور موجودہ انگریزی عہد میں مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ عہد حکمرانی اور انگریزوں کے ایک سو سالہ عہد حکومت میں فرق کے حوالے جس استناد سے ارشاد فرما رہے تھے جیسے لکھا ہوا بیان سنا رہے ہوں یہ ان کی قوت حافظہ کا کمال تھا۔ اور جب ہند کے ——— مسلمان سلاطین کے اصول حکمرانی اور اسلام کی سربلندی کے لئے ان کی خدمات کی تعریف اور بعض مسلمان حکمرانوں کے اعمال پر پورے استناد اور حوالوں سے تنقید شروع کی تو ہندوستان پر مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ عہد حکومت کی پوری تاریخ سامنے آگئی۔ مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کو اعلیٰ انسانی اقدار سے روشناس کرانے کے سلسلہ میں جو نمایاں کارنامے انجام دئے تھے اس کا تفصیل سے جائزہ لیا کہ اس سے ثابت فرمایا کہ مسلمان اپنی جگہ شرف انسانیت کا بلند تر مقام حاصل کرنے کے سلسلہ میں ہندو قوم کی محسن ہے۔

تقریر تو سبھی لوگ کرتے ہیں لیکن سنجیدگی، وقار، متانت اور استدلال کے ساتھ اس قسم کی تقریر حضرت سید حسین احمد مدنی مرحوم کا خاصا تھی۔ جو سیاسی بھی تھی۔ تاریخی بھی۔ علمی اور مذہبی بھی۔

مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی | دبلے پتلے۔ سیاہ رنگت۔ خراسانی علماء کا لباس۔ کشیدہ قامت۔ تقریر میں وقار۔ اور سنجیدگی۔ ٹھہر ٹھہر کر تقریر کے فقرے ادا کرنے والے۔ چہرہ مبارک پر تقدس کا نور۔ پیشانی

شہر کے حضرت مولانا محمد احسن المعروف بہ حافظ دراز پشاوری، شارح صحیح بخاری کے فرزند حضرت مولانا محمد الیاس چانوی اور مولانا کفایت اللہ میں مجھے فرق کرنا مشکل نظر آیا۔ البتہ مولانا محمد الیاس مرحوم کی رنگت سفید تھی۔

مولانا احمد سعید دہلوی جسامت کے لحاظ سے مولانا احمد سعید دہلوی اور مولانا شوکت علی رامپوری برادر اکبر مولانا شوکت علی برادر اکبر مولانا محمد علی جوہر مرحوم کے درمیان فرق کرنا مشکل۔ مولانا شوکت علی اپنی تاریخی لاٹھی کے ذریعے سٹیج پر چڑھتے اور دوران تقریر اپنے دائیں ہاتھ کی موٹی انگلی اٹھا کر فرماتے تھے۔ لو میرے ٹینگے پر۔

اور مولانا احمد سعید اپنے بھاری بدن کی وجہ سے ساتھیوں کی امداد سے سٹیج پر تشریف لاتے تھے اور دوران تقریر ٹینگا نہیں دھرتے تھے۔ تقریر کیا تھی جیسے دہلی کے قریب دریائے جمنا کی لہریں موج لگا رہی ہوں۔ ان کی تقریر سیاسی بھی تھی اور مذہبی بھی۔ انگریزوں کے دور حکومت میں حسینی سادات کے متراج حضرت مہاجر مکی شیخ الہند محمود حسن کے عہد سے لے کر موجودہ عہد تک جمعیۃ العلماء ہند کے اسلامی خدمات کا جائزہ لیا اور جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد کے مجوزہ شرعی بل کو جمعیۃ العلماء ہند کی اس ذیلی شاخ کا زریں کارنامہ قرار دیا۔

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی جمعیۃ العلماء ہند کے تمام قائدین جو اس کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ ان سب میں مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی سب سے زیادہ حسین تھے اتنے حسین کہ حضرت جریر بن عبداللہ کو حضرت امیر المومنین عمر فاروق نے یوسف الامت کا لقب عطا فرمایا تھا اور مولانا حفظ الرحمن اپنی جگہ یوسف الامت تھے۔

کشیدہ قامت۔ دبلے پتلے۔ کالی داڑھی۔ سر پر علماء میرٹھ اور رامپور کی طرح ہلکا سفید عمامہ اور جب تقریر فرمانے لگتے تو ائمہ نند و نیز۔ تقریر کہ آج تک کسی دوسرے عالم کی نہیں سنی۔ ایک ایک لفظ اس تسلسل اور روانی کے ساتھ جیسے موسلا دھار بارش کے قطرے برس رہے ہوں اولوں پر اولے گر رہے ہوں۔ اولے نہیں آپ پر معنی الفاظ کے موتی نچھاور کر رہے تھے تاکہ سننے والوں کی جھولیاں ان موتیوں سے لبالب بھر جائیں۔

میرے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک عالم نے فرمایا ماشاء اللہ سبحان اللہ۔ مولانا میرٹھ کے پٹھان معلوم ہوتے ہیں ان کی زبان ان کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول ہے تقریر نہیں فائرنگ کر رہے تھے۔ وہ کونسا سنگ دل منکر ہوگا جو اس چاند ماری سے اپنا دل سلامت لے جا کر منکر رہ سکے گا۔

مملکت شام کے حضرت شیخ احمد سباعی کی تقریر کا انداز یہ ہے کہ مائیک پر ایک بھرپور جملہ ادا کر کے مائیک سے ہٹ جاتے ہیں۔ لہرا کر پھر مائیک پر آکر دوسرا بھرپور جملہ ادا کرتے ہیں لیکن حضرت مولانا حفظ الرحمن مائیک کے سامنے سے ہٹتے ہی نہیں تھے۔ ایک بھرپور جملہ کے فوراً بعد دوسرا جملہ ادا فرماتے تھے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری | اپنے جسمانی تن و توش میں دوسرے مولانا احمد سعید کالی آنکھوں کی نسبت سے دوسرے مولانا شوکت علی سنجیدگی اور وقار سے دوسرے حسین احمد مدنی۔ آنکھوں میں نور کی چمک، محبت رسول کی نشانی جو دوسرے تمام علماء ہند کے ساتھ وصف مشترک تھی۔

شریعت کانفرنس کے موقعہ پر رات کو چوک یادگار پشاور شہر میں ان کی تقریر تھی۔ سٹیج یادگار کے شمالی رخ پر بنا ہوا تھا۔ چوک یادگار کے چاروں طرف بازار میں ہزاروں انسانوں کا مجمع تھا۔ لٹ کے لٹ لگے ہوئے تھے۔ تقریر جاری تھی کہ اتنے میں موسلا دھار بارش ہو گئی۔ شاہ صاحب نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

بھائیو! رات کا وقت ہے۔ بارش شروع ہو گئی ہے۔ آپ اجازت دیں تو تقریر ختم کر دوں۔ یار زندہ صحبت باقی!

لوگوں نے یک زبان ہو کر عرض کیا حضور تقریر جاری رکھیں یہ بارش نہیں رحمت الٰہی ہے۔ جو آپ کی تقریر کے دوران شروع ہو گئی ہے۔

رات بھر بارش برستی رہی۔ تقریر جاری رہی۔ بارش ہلکی مگر مسلسل انداز میں برستی رہی۔ جیسے عطر گلاب کی پھوار جو سید صاحب کی تقریر کو سنانے میں مدد دے رہی ہو۔ پوری تقریر کے دوران کوئی بھی شخص اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ ٹھیک ہے بارش کے ساتھ سردی لازمی ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب کی تقریر نے دلوں میں ایمان کی جو حرارت پیدا کی تھی اس نے جسموں کو بھی گرما دیا تھا۔

مشک و عنبر کی خوشبو! | جمعیۃ علماء ہند کے دوسرے اکابر علماء و مشائخ کے مزارات مقدسہ پر جانا تو مشکل ہو گا۔ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا مزار مبارک ملتان میں ہے۔ کچی شکل میں مٹی کا مزار ہے مجلہ الحق کے قارئین میں سے جس صاحب کو موقع ملے حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کے مزار مبارک پر جا کر مٹی کو اپنے ہاتھ میں لے کر سونگھے ارباب بصیرت کو اس سے مشک و عنبر کی خوشبو آرہی ہے۔ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم نے سٹیج پر تشریف فرما ہونے کے بعد فرمایا:۔

بھائیو! اس یادگار کے چاروں طرف بیٹھنے کی جگہ موجود ہے۔ چاروں طرف کھلا وسیع بازار ہے جس میں آپ حضرات کھڑے ہیں لیکن میں شمال کی جانب رخ کر کے بیٹھ گیا ہوں۔ مدینہ منورہ کا محل وقوع

مکہ مکرمہ کے شمال میں ہے۔ میں دیار حبیب کی طرف رخ کرکے بیٹھ گیا ہوں۔ اور پھر حضرت مولانا عبدالرحمٰ
جامی قدس سرہ کے یہ دو شعر پڑھے ؎

نسیما جانب بطحا گذر کن ز احوالم محمد را خبر کن
توئے سلطان عالم یا محمد ز روئے لطف سوئے ما نظر کن

لوگوں پر وجد طاری ہوگیا۔ اور صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ یہ تھے وہ
جو اپنی زندگی میں دین محمد کی خوشبو پھیلاتے رہے۔

برادرم مولانا عبدالحق سے درخواست | راقم الحروف نے مجلہ الحق کے کسی گذشتہ شمارے میں لکھ
کہ برادرم مولانا عبدالحق بانی دارالعلوم حقانیہ اور راقم الحروف عبدالحلیم دونوں کتاب مراح الارواح دع
صرف) کی درس میں علاقہ خالصہ کے موضع ملیوگو میں السید الشیخ العالم الفاضل والعارف الکامل ست
توکل شاہ قادری کے شاگرد تھے۔ میں اس اپنے ہمدرس بھائی عبدالحق سے بہ ادب درخواست کرتا ہ
آپ کے جلیل القدر استاد حضرت سید حسین احمد مدنی اور ان کے ساتھیوں نے ۱۹۳۵ء میں صوبہ سرحد
لاکر اسلامی قانون کی مشعل روشن کی تھی ایک ننھا سا پودا لگایا تھا۔ سرحد کی سرزمین کو مشک وعنبر
رسولؐ کی خوشبو سے معطر فرمایا تھا۔ اس یادگار کو پچاس سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔ اس کی سلور جوبلی
اس پچاس سالہ یادگار کانفرنس کی صدارت کے لئے حضرت السید الشیخ سید حسین احمد مدنی کے فرز
ارجمند سید اسعد مدنی سلمہ اللہ کو دعوت دیجئے۔ ہندوستان میں جمعیۃ علماء ہند کا سیمینار منعقد کیا جا رہا ہے
یہاں بھی جمعیۃ العلماء کا سیمینار منعقد کیا جائے۔

برادرم مولانا عبدالحق آپ کا سلسلہ تلمذ مولانا ثناء اللہ پانی پتی الحسنی سید سے ملتا ہے اور میرا سلسلہ
حضرت السید الشیخ عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے سید عبدالحئ الحسنی لکھنوی فرنگی محل سے ملتا ہے۔ عبدا
عن عبدالشکور عن عبدالحئ عن سید احمد زینی دحلان الحنفیؒ مفتی مکہ مکرمہ۔ ہم نے یعنی عبدالحق اور عبدالحلیم نے
ہند کے فیوضات سے فیض حاصل کیا ہے۔ علماء ہند کے فیوضات سے دامن بھرنے والے صوبہ سرحد میں اس
زیادہ ہیں کہ ایک پوری جمعیت ہے۔ اس جمعیت کا ایک اجتماع لازمی ہے۔ آپ برخوردار عزیزم مولانا سمیع ا
کو اس مہم کے سلسلہ میں ہدایات دے دیں گے تاکہ جمعیۃ العلماء کے ہر ایک مکتبہ خیال کو دعوت دیدیں۔

راقم الحروف آج کل گوشہ نشین ہے۔ سیاست سے کنارہ کش۔ لیکن علم سے تعلق کے ناطے جمعیۃ العلماء ک
آتی رہتی ہے۔ آپ کے ارشادات نے میرے دل کے گوشوں کو گرمایا۔ یہ چند سطور ارسال خدمت کر رہا ہوا
پسند کی جائیں تو مجلہ الحق میں اشاعت کے لئے دیدیں ٭

شاہ بلیغ الدین

خادمِ قوم

حضرت عُتبہ بن غزوان گورنر بصرہ

زمین صاف ہوگئی تو مسلمانوں نے جنگل سے بانس توڑے کچھ کے ستون کھڑے کئے کچھ سے چھپّر بنایا۔
وں میں سے، مدینے سے کالے کوسوں دُور اللہ کے حضور سر جھکانے کے لئے ایک مسجد بنالی۔ روایتوں سے معلوم
ہوتا ہے کہ مفتوحہ علاقے میں بنائی جانے والی یہ پہلی مسجد ہے۔ یہ مسجد حضرت عُتبہ نے بنائی۔

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونچے پورے قد کے آدمی تھے ـــــ مردانہ وجاہت کا بڑا
چھا پیکر۔ تیر چلانا خوب جانتے تھے اور ان لوگوں میں شمار ہوتے تھے جن کی تیر اندازی کا دُور دور شہرہ تھا
بدر اور احد میں حضرت عتبہ کے جوہر خوب کھلے۔ ابن اثیر لکھتے ہیں ان سب لڑائیوں میں آپ نے شرکت کی
جن میں حضورِ اکرم نے حصہ لیا۔ جہاد کا سلسلہ مرتے دم تک جاری رہا۔ حضرت عُتبہ سابقُونَ الاوّلُون میں سے
ہیں۔ دو مرتبہ ہجرت کا شرف حاصل ہوا۔ پہلے حبشہ گئے پھر مدینۃ النبیؐ!

۱۴ ہجری میں حضرت عمرؓ نے ایک فرمان جاری کیا تھا۔ یہ حضرت عُتبہ بن غزوان کے نام تھا۔ جو سپہ سالار
بن کر جا رہے تھے۔ امیر المومنین کا ارشاد تھا کہ ـــ خدا کی مہربانی اور مدد پر بھروسہ کر کے عرب کے آخری سرے
اور سلطنت عجم کے قریب ترین حصے کی طرف کوچ کرو۔ پرہیزگاری کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا۔ خیال رکھو تم
دشمن کی سرزمین میں جا رہے ہو۔ میری دعا ہے کہ اللہ تمہاری مدد کرے۔

جو مجاہد حضرت عتبہ کے ساتھ اس موقع پر جا رہے تھے۔ اُن کے علاوہ یمن کے والی علاءؒ الحضرمی کو لکھا گیا
کہ عُرفجہ بن ہرثمہ کو اُبلّہ بھیج دیا جائے۔ دجلہ کا ساحلی علاقہ حضرت عُتبہ نے فتح کر لیا۔ اُبلّہ خلیج فارس کی مشہور
بندرگاہ تھی۔ یہ عمان، بحرین، ہند اور چین کے سمندری راستے کا مرکز سمجھی جاتی تھی۔ فتوحات کے بعد حضرت
عتبہ یہاں کے انتظامات سدھارتے پھر رہے تھے کہ الخریبہ نامی جگہ آ ٹھہرے اور حضرت عمرؓ کو ایک
خط لکھا ـــ

مسلمانوں کے لئے ایک ایسا مقام ضروری ہے جسے سرمائی قیام گاہ بنایا جا سکے۔ اور جب وہ لڑائی

سے فارغ ہوں تو وہاں آرام کر سکیں۔ یہ رائے حضرت عمرؓ کو بہت پسند آئی۔ اسلامی سلطنت پھیل رہی تھی دشمنوں پر رعب داب کے لئے ایسی فوجی چھاؤنیوں کی بڑی ضرورت تھی۔ امیرالمومنین نے جواب بھیجا۔ اپنے ساتھیوں کو ایسی جگہ اتارو جہاں پانی ہو۔ سرسبزی اور شادابی ہو۔ حضرت عتبہ نے تلاش شروع کی انہیں ایک شاداب اور گھنے جنگل کا پتہ چلا جس کے اطراف چھوٹے چھوٹے تالاب تھے۔ ان میں بانس اُگے ہوئے تھے۔ یہ جگہ خلیج فارس کے ایک کنارے تھی۔ اُبلّہ سے بہت قریب! اس کا محلّ وقوع حضرت عمرؓ نے بھی پسند کیا اور یہاں مسلمانوں نے اپنا ایک شہر بسایا۔ یہ مسلمانوں کا بسایا ہوا پہلا شہر ہے اسے بصرہ نام دیا گیا۔ ابو مخنف کا کہنا ہے۔ اسے بصرہ اس لئے کہتے تھے کہ یہاں کنکر اور سیاہ پتھر تھے۔ بعض کہتے ہیں اس کا نام بصرہ اس لئے رکھا گیا کہ یہاں کی زمین نرم تھی۔ شہر کا نقشہ اس طرح بنایا گیا کہ بیچوں بیچ مسجد کی جگہ رکھی گئی۔ اطراف مسلمانوں نے اپنے خیمے نصب کئے۔ پھر گھاس پھونس کی جھونپڑیاں بنالیں بانس کا یہ شہر اس زمانے میں ویران ہو جاتا جب مجاہد لڑائیوں پر جاتے۔ لوٹ کر آتے تو پھر وہ بانس کے چھپّر کھڑے کر لیتے۔ کچھ ہی دنوں میں تجربہ یہ ہوا کہ ذرا غفلت ہوئی اور بانس آگ پکڑ لیتے تھے جب بھی آگ لگتی پوری بستی جل کر خاکستر ہو جاتی۔ یہ اطلاع دارالخلافہ بھجوائی گئی تو حضرت عمرؓ کی طرف سے اجازت آئی کہ ان کی جگہ اینٹ اور مٹی کے مکان بنائے جائیں۔ اسلامی فن تعمیر میں اس شہر کی بڑی اہمیت ہے اس لئے کہ یہ مسلمانوں کا بسایا ہوا پہلا شہر ہے۔ ہندسی اصولوں پر یہ شہر بسایا گیا تھا۔ لکیریں سیدھی تھیں۔ زاوئیے قائمہ تھے۔ درمیان میں ایوانِ حکومت اور مسجد تھی۔ مختلف قبیلوں کے مختلف محلے بنائے گئے تھے۔ ایک خیال ہے کہ جس وقت یہ شہر بسایا گیا اس وقت حضرت عتبہ کے ساتھ آٹھ سو مسلمان تھے۔ بلاذری کا خیال ہے کہ بصرے کی بنیاد ۱۴ ہجری میں پڑی۔ دوسری رائے ہے کہ ۱۶ ہجری میں یہ شہر بسایا گیا۔ یعنی حضرت عمرؓ کی خلافت کے چوتھے سال! کوفے کی بنیاد بھی اسی زمانے میں رکھی گئی۔ لیکن پہلے بصرہ آباد ہوا۔ اصمعی کی روایت فتوح البلدان میں ہے کہ یہیں عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ پیدا ہوئے۔ یہ پہلا بچہ تھا جو بصرے میں پیدا ہوا۔

مسلمانوں کی علمی، ادبی تاریخ میں اس شہر کی بڑی اہمیت ہے۔ لغات، ادب اور فقہ کے بڑے بڑے مرکز یہاں قائم ہوئے۔ اور اسلامی تہذیب و تمدّن کو اس شہر نے خوب پروان چڑھایا۔ مدینے کے انصار اور شمالی عرب کے بہت سے لوگ نقلِ وطن کر کے یہاں آبسے تھے۔ اُن کے یہاں آباد ہو جانے سے سلطنتِ عجم کے فتح کرنے میں بڑی مدد ملی۔

کوئی چھ مہینے تک حضرت عتبہ یہاں کے والی رہے۔ پھر حج کے موقع پر مکہ معظمہ گئے۔ وہاں حضرت عمرؓ

سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا کہ ـــــ آپ میرا استعفا قبول کر لیں۔ یہ اقتدار کے تماشے مجھ سے نہیں ہوتے
پرہیزگار آدمی تھے۔ دنیاوی لذتوں سے بے نیاز تھے۔ اس لیے جاہ و جلال سے دور بھاگتے تھے۔ انہیں وہ
دن اچھی طرح یاد تھے جب آں حضرت کے ساتھ شعب بن ہاشم میں درختوں کے پتّے کھا کر زندگی گزارنی
پڑی تھی۔ حال یہ ہو گیا تھا کہ ان کی آنتوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ ایک بار بصرہ کی جامع مسجد میں امیر صوبہ
کی حیثیت سے خطبہ دیا۔ تو یہ بات بتائی اور کہا کہ ـــــ ایک بار جب جسم پر کپڑے تار تار ہو گئے تھے
تو ایک چادر مجھے ملی۔ اس کے دو حصے کر کے ایک کی میں نے تہبند بنائی، ایک سعد کو دے دی ـــــ سعد
بن ابی وقاص کو کہتے تھے ـــــ اب وہ دن آئے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے۔

حضرت عمرؓ نے ان کا استعفا منظور نہ کیا۔ اور مجبور کیا کہ واپس بصرہ جائیں۔ امیر المومنین کیوں نہ مجبور
کرتے۔ ایسے عاملینِ حکومت کو تو وہ ڈھونڈتے رہتے تھے۔ مسند امام احمد میں ہے۔ حضرت عتبہ کہتے تھے۔
دوستو! میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ حقیر ہونے کے باوجود اپنے کو بڑا سمجھوں۔ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ انجام
یہ ہوگا کہ اقتدار کے مراکز قائم ہوں گے اور تم بہت جلد ہمارے بعد امیروں کو آزماؤ گے۔

حضرت عُتبہ نے اپنی خدمت چھوڑ دینے کی جو درخواست امیر المومنین سے کی تھی۔ جب اسے انہوں
نے قبول نہ کیا تو اُسدُ الغابہ میں ہے کہ سفر آغاز کرتے ہی راستے میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ یا رب الٰہا!
مجھے تو بصرہ نہ پہنچا۔ دن پر دن منزلیں گزرتی گئیں۔ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا کا کوئی اثر دیکھنے میں
نہ آیا۔ ابن سعد اور ابن اثیر کی روایتیں جوڑ کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کچھ دنوں بعد پیٹ میں درد اُٹھا۔
معدان بنی سلیم تک پہنچے تھے کہ حالت بگڑ ی ایسی کہ اونٹ پر سے گر پڑے۔ وہ تکلیف اور یہ صدمہ ۵۷
برس کی عمر تھی۔ گرے تو پھر نہ اٹھے۔ خدا نے ان کی سن لی اور بصرہ ہمیشہ کے لئے ان سے چھوٹ گیا۔
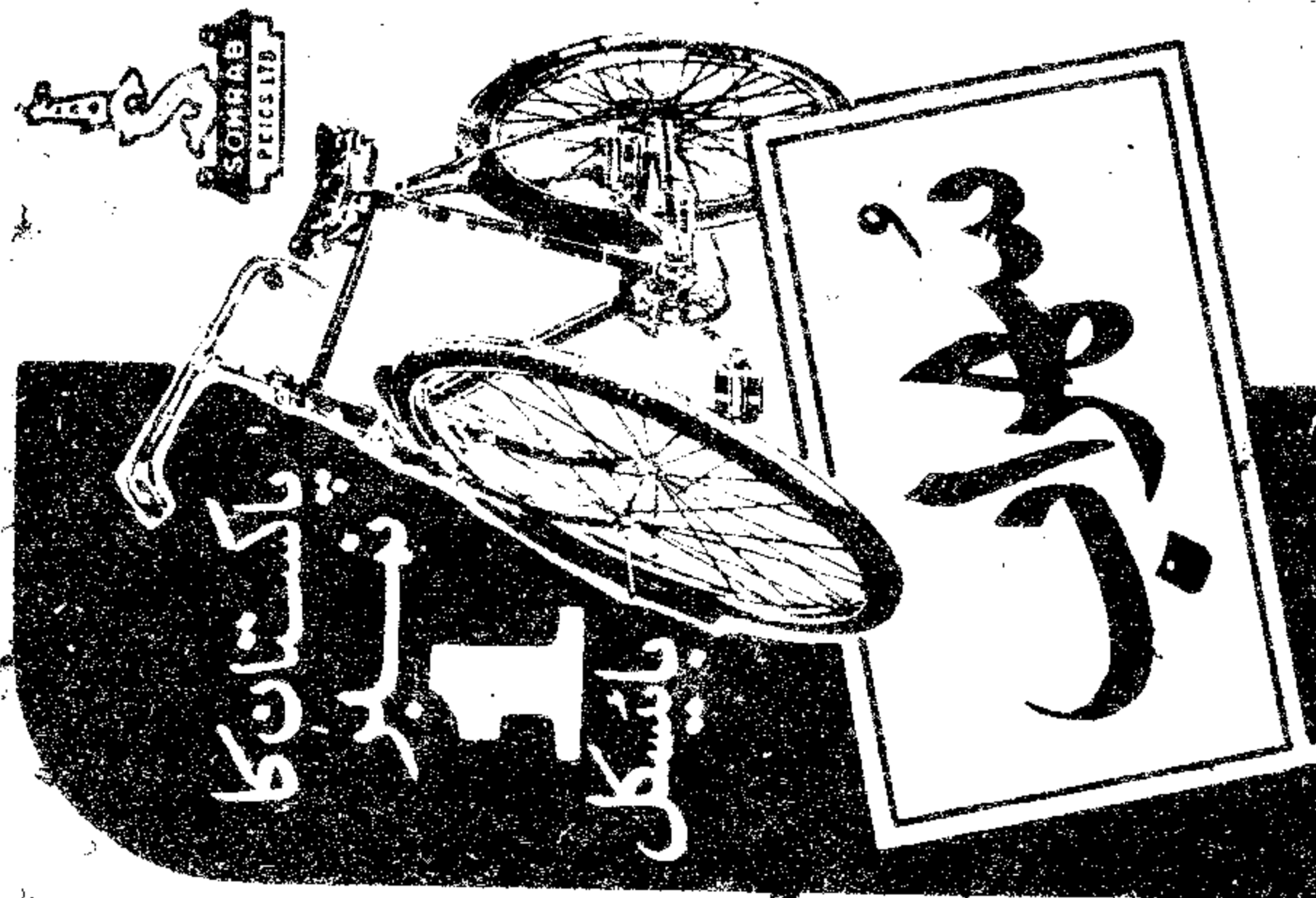
پیکرِ صدق وصفا

مولانا سیف اللہ حقانی
پائی ۔ ڈیرہ اسماعیل خان

مولانا سلطان محمودؒ

ناظم اعلیٰ دارالعلوم حقانیہ

مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے ۔ بجا طور پر وہ دیوبند ثانی ہے ۔ غالباً ۱۹۶۸ء کی بات ہے کہ حضرت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نور اللہ مرقدہ دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث ہال میں اساتذہ و طلبہ کو بخاری شریف کی دو آخری حدیثوں کا درس دے رہے تھے جس میں بحمدللہ راقم بھی شریک تھا اور تلمذ کا رشتہ نصیب ہوا ۔ تو اس درس میں حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں آج یوں محسوس کرتا ہوں ۔گویا کہ میں دارالعلوم دیوبند میں ہوں ۔ اور فرمایا کہ میں دارالعلوم حقانیہ کو پاکستان کا دارالعلوم دیوبند سمجھتا ہوں ۔ مادر علمی دارالعلوم حقانیہ کو اس بلند و ارفع مقام پر پہنچانے میں دو امور کو خاص دخل رہا ۔

امر اوّل بانیٔ دارالعلوم شیخ المحدثین حضرت العلامہ شیخ الحدیث مخدومنا مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کا اعلیٰ درجہ کا اخلاص و تقویٰ اور بجائے تشہیر و اعلام کے کام (علوم دینیہ کی خدمت) کی طرف تمام توجہات مبذول کرنا ہے ۔چنانچہ اکوڑہ کے ایک مخلص خادم دارالعلوم ماسٹر عبدالرزاق سنگین کا بیان ہے ۔ کہ جب حضرت دامت برکاتہم نے دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی ۔ تو ہم ساتھیوں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت اب علاقہ میں دارالعلوم کی تشہیر کرنے کیلئے دورہ کرنا چاہئے ۔ تاکہ لوگوں میں دارالعلوم کی شہرت ہو ۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے جواباً فرمایا ۔ بھائیو ! تم پہلے نام و تشہیر چاہتے ہو پھر کام ۔ اور میرا مسلک تو یہ ہے ۔ کہ پہلے کام اور پھر نام و تشہیر یعنی جب خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے دین کا کام کیا جاوے تو شہرت خود بخود ہو جاتی ہے ۔حضرت کے اس اخلاص و تقویٰ اور اس مخلصانہ مسلک کی بناء پر مرکز علم دارالعلوم حقانیہ اس بلند و ارفع مقام پر پہنچ کر آسمان شہرت کا آفتاب ثابت ہوا ۔ اور امر ثانی یہ ہے کہ مادر علمی کو یوم تاسیس ہی سے مخلص و خداترس اور محنتی رجال کار کی جماعت میسر ہوئی ہے ۔جنکی مخلصانہ اور شبانہ روز مساعی سے دارالعلوم اس عالی مقام پر پہنچا اور اسکی عظمت کو چار چاند لگ گئے ۔ ان مخلص و خداترس و محنتی رجال کار کی جماعت میں سے ایک ہمارے محترم اور دارالعلوم کے مخلص خادم مولانا سلطان محمود صاحب فاضل دارالعلوم حقانیہ بھی تھے جو آخری دم تک دارالعلوم کے ناظم رہے ـــــ آپ ایک صادق

باصفا اور مجسمۂ تواضع و انکساری اور طلبہ پر نہایت مشفق و مہربان تھے۔ طلبہ کے اخلاق، نشست و برخاست اور نماز باجماعت کی پابندی پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ کبھی نہ کبھی نماز کے بعد طلبہ کی حاضری بھی لیا کرتے تھے۔ اور صبح صادق ہونے پر موذن کے اذان دینے کے بعد آپ دارالعلوم کے تمام اقامت گاہوں کا چکر لگاتے اور الصلوٰۃ خیر من النوم کا نعرہ لگاتے ہوئے طلبہ کو نماز کیلئے جگاتے ان کی نگرانی اور کڑی نظر رکھنے کا یہ عالم تھا کہ موسم سرما میں نماز عشاء کے بعد جب طلبہ مطالعہ کیلئے کمروں میں جاتے اور دروازوں کو بند کر دیتے تو آپ کو کبھی کبھار ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ جوتے اتار کر آہٹ کئے بغیر ہاسٹل کے ایک ایک کمرہ کے دروازہ کے پاس کھڑے ہوتے اور یہ معلوم کرتے کہ طلبہ مطالعہ کر رہے ہیں یا نہیں۔ پھر آپ طلبہ کو بہت نرم لہجہ اور نہایت موثر طریقہ سے سمجھایا کرتے۔ چنانچہ اگر کسی طالب علم کو دیکھتے اور قرائن سے معلوم کرتے کہ یہ محض سیر و تفریح کیلئے بازار جا رہا ہے تو ان سے کہتے مولانا! شاید آپ کسی ضرورت کی وجہ سے بازار جا رہے ہیں اور تواضع کی یہ حالت تھی کہ آپ چھوٹے سے چھوٹے طالب علم سے مولانا کے لفظ سے خطاب کرتے تھے۔ اور مجلس میں دو زانو بیٹھا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک اناڑی طالب علم نے مطبخ کے کسی معاملہ میں بے جا غصہ ہو کر آپ کے سر پر ڈنڈا دے مار جس سے آپ کے سر سے خون بہہ نکلا۔ مگر آپ نے بجائے اس کے کہ اس طالب علم کو غصہ کرتے اور اسکو ڈانٹتے بڑے نرم اور مشفقانہ لہجہ میں فرمانے لگے مولانا آیئے ایک بار پھر اور ماریئے۔

علم دین اور طلبہ علم دین سے نہایت محبت تھی۔ وہ طلبہ کو سبق پڑھتے اور آپس میں تکرار کرتے دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔ میں نے خود اسکو کبھی کبھی ایسا دیکھا ہے کہ جب راقم اپنے ہم جماعت ساتھیوں کے ساتھ سبق کا تکرار کرتا تو آپ خفیہ طور پر ہمارے پاس آتے اور اس طور پر کھڑے ہوتے کہ ہم کو ان کا علم نہ ہو جائے۔ تکرار اسباق کو سن کر ان کو دلی سرور حاصل ہوتا۔

بزرگوں اور اکابر علماء سے آپ کو خاص محبت اور عقیدت تھی۔ خاص کر حضرت مخدومنا شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ۔ برادر محترم مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی سلمہ اللہ کی روایت ہے کہ آپ کی وفات کے بعد جب ہم نے دفتر اہتمام میں ان کے کاغذات وغیرہ دیکھے تو آپ کی جائے نشست پر کپڑے کا ایک ٹکڑا ایسا ملا جس کا ایک جانب میز کے ساتھ چسپاں تھا۔ اور دوسرا جانب لٹکا ہوا تھا جب ہم نے اسے دیکھا اس پر حضرت ناظم صاحب مرحوم کی قلم سے یہ تحریر تھا کہ "بزرگوں کے خلاف دل میں کدورت پیدا ہونا ایمان ضائع کر دیتا ہے۔"

مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی نے فرمایا کہ ہمارا اندازہ یہ ہے کہ چونکہ وہ ناظم تھے۔ اس لئے ان کو دارالعلوم کے اکابر سے حساب لینے اور دینے کا واسطہ پڑتا تھا۔ نیز انتظامی امور میں طبعی اور بشری کمزوریاں بعض اوقات

قلبی کدورتوں کا باعث بن جاتی ہیں۔ موصوف نے یہ تحریر اپنے لئے تنبیہ کے طور پر لکھی تھی کہ اسکو ضرورت کے وقت دیکھا کریں تاکہ اکابر اساتذہ اور بزرگوں کے خلاف دل میں کوئی کدورت پیدا نہ ہو۔ قارئین ان کی اس احتیاط سے بزرگوں اور علماء سے ان کی محبت اور عقیدت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت ناظمِ اعلیٰ مرحوم کی راقم پر بہت شفقت تھی اور مجھ سے بڑی مہربانی کا معاملہ فرمایا کرتے۔ آپ نہایت عبادت گذار اور خاموش طبع انسان تھے۔ اور اپنی صلاحیتوں اور کریمانہ اخلاق کی وجہ سے تا دمِ واپسی دارالعلوم حقانیہ کے عہدۂ نظامت اعلیٰ پر قائم رہے۔ دارالعلوم کی ہر چیز ان کو اپنی ہر متاع سے زیادہ عزیز تھی۔ اس لئے دارالعلوم کے معمولی پودے کا نقصان بھی آپ کے لئے بارِ گراں ثابت ہو جاتا۔ سچ ہے کہ آپ جیسے انسان کبھی کبھار پیدا ہوتے ہیں۔ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مرحوم کی کوئی اولاد نہ تھی اس لئے بلحاظ نسبی اولاد آپ اگرچہ لاولد تھے مگر شکر ہے کہ بلحاظ روحانی اولاد کے وہ کثیر الولد تھے۔ ہزاروں فرزندان حقانیہ روحانی اولاد ہونے کی وجہ سے ان کے لئے صدقہ جاریہ بنیں گے۔ اور ان روحانی اولاد اور خدمات جلیلہ کی بنا پر ان کا ذکر خیر ہمیشہ کیلئے باقی رہے گا۔ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ سے نوازے ہر قسم کی بلندیوں اور رفعتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔ ★

صَرف کرنا اُن کے آدھے مد جَو کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

اَصحابی کَالنّجوم فَبِاَیّھِم اِقتَدَیتُم اِھتَدَیتُم ان کی اتباع کو بلسان نبوت ہدایت فرمایا۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کے بارے میں فرمایا:

ان کو نشانہ نہ بنانا جو ان کے ساتھ بُغض رکھتا ہے میری ہی وجہ سے رکھتا ہے جو محبت رکھتا ہے وہ بھی میری ہی وجہ سے رکھتا ہے۔ فَبِبُغضِی ابغضھم اصحاب پر طعن کرنے والے اصحاب کے قاتلوں سے کم نہیں۔

ایک مکتوب میں فرمایا:

خلفائے راشدین کا ذکر اگرچہ خطبے کی شرائط میں سے نہیں لیکن اہلسنت والجماعت کا شعار ہے اور خلفاء راشدین کی محبت کی دلیل ہے۔ جس شخص کا دل پلید ہے وہی ارادہ سے خلفاء راشدین کے ذکر کو ترک کر سکتا ہے۔ ہم نے مانا اس نے تعصب سے ترک نہیں کیا تاہم تہمت کے ظن سے وہ کس طرح بچ سکتا ہے؟

پاکستان کی اقتصادی ترقی میں
قدم بہ قدم شریک
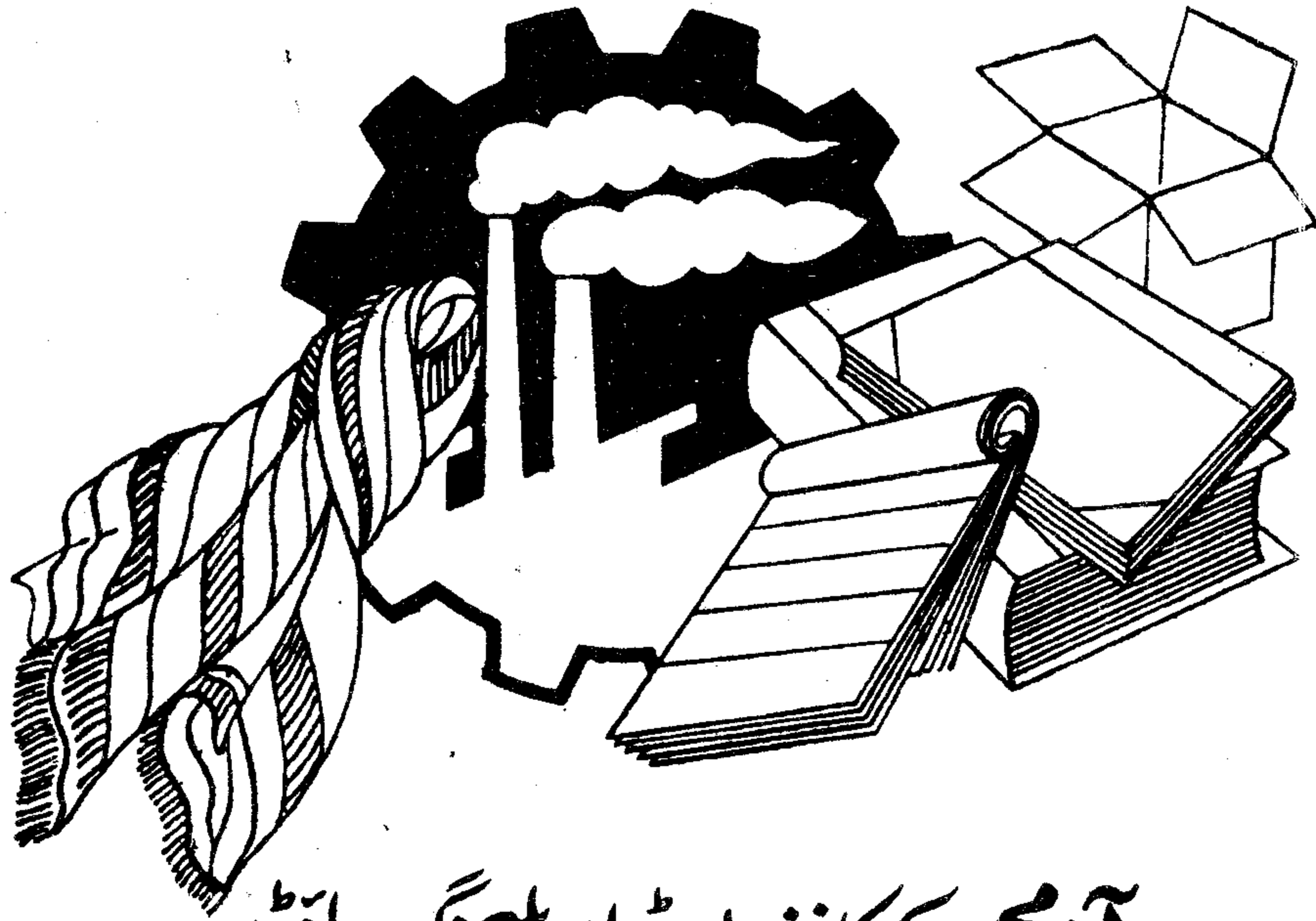
آدمجی کے کاغذ۔ بورڈ اور بلیچنگ پاؤڈر

adamjee

آدمجی پیپر اینڈ بورڈ ملز لمیٹڈ

آدمجی ہاؤس۔ پی۔ او بکس ۴۳۳۲۔ آئی۔ آئی چندریگر روڈ۔ کراچی ۲

NATIONAL 45 H
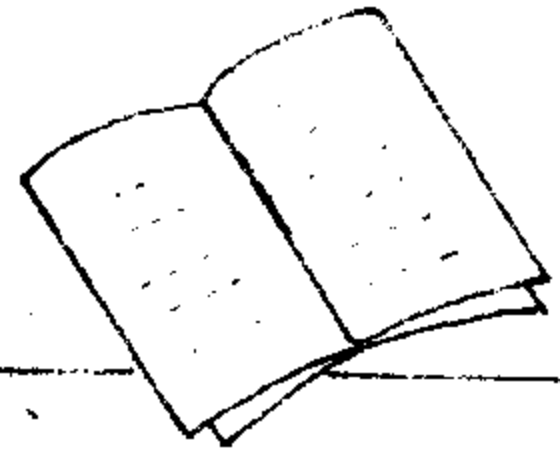
تاریخ مکۃ المکرمہ جلد اول ودوم | مؤلف مولانا محمد عبدالمعبود صاحب

صفحات جلد اول ۴۸۰ جلد دوم ۴۸۸ قیمت جلد اول ۹۵ روپے جلد دوم ۹۵ روپے

پتہ:۔ المکتبۃ الحبیب. پھولوں والی مسجد۔ رحمان پورہ راولپنڈی۔

مکۃ المکرمہ زادھا اللہ تشریفاً وتکریما۔ اہل اسلام کا ایمانی اور روحانی مرکز ہے۔ روئے زمین کے وسط میں ہونے کی وجہ سے یہاں بیت اللہ شریف کو مسلمانوں کا قبلہ مقرر کیا گیا ہے۔

مکۃ المکرمہ کی رفعت وعظمت کی پوری دنیا قائل اور تاریخی اہمیت کا اعتراف کرتی چلی آرہی ہے۔ دنیا بھر کے مسلم اور غیر مسلموں ادیبوں، صحافیوں، دانشوروں، نقادوں، سیاحوں اور طبقات الارض وعلم الانساب کے ماہرین نے اس شہر خوباں کی تخلیق۔ تعمیر وآبادی، باشندوں اور یہاں چار ہزار سال سے بسنے والی اقوام وملل کی تہذیبی وتمدنی تفصیلات۔ بلکہ یہاں کے پہاڑوں، درختوں، مکانوں اور ریگ زاروں تک کے تخلیقی، ارتقائی اور تاریخی وجغرافیائی حالات وکیفیات کو اپنے علمی کاوشوں اور فکری تحقیقات کا موضوع بنایا۔

اس موضوع پر علامہ ازرقی کی "اخبار مکہ" امام تقی الدین فاسی کی عقد الثمین، علامہ قطب الدین کی اعلام الاعلام۔ رفعت پاشا مصری کی مراۃ الحرمین جیسے جامع اور مفصل مستند اور تحقیقی تصنیفات موجود ہونے کے باوجود اردو زبان میں کوئی ایسی مذہبی علمی، سیاسی، تمدنی، اور تہذیبی جامع کتاب موجود نہیں تھی۔

خدا جزائے خیر دے مولانا محمد عبدالمعبود صاحب کو جنہوں نے تاریخ مدینہ منورہ کے بعد تاریخ مکۃ المکرمہ کو کو موضوع بناکر ۱۵۰۰ صفحات کا مواد جمع کیا۔ جس کا پہلا حصہ دو جلدوں کے قالب میں ڈھل کر امت کے ہاتھوں پہنچ رہا ہے۔ جلد اول مکہ معظمہ کی تہذیبی، تمدنی، ارتقائی، اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی تاریخ پر مشتمل ہے۔ جلد دوم میں کعبۃ اللہ، حرم کعبہ اور ان کے ملحقات کے چار ہزار سالہ نادر تاریخی دستاویزات کا احاطہ کیا گیا ہے جس پر وہ بجا طور پر ہدیۂ تبریک کے مستحق ہیں۔ ہمارے نزدیک صرف علمی وتاریخی اور مطالعاتی ذوق رکھنے والے احباب ہی کے لئے نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لئے اس کو اپنی لائبریری میں رکھنا اور مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ کتابت وطباعت نہایت مرصع ونظر نواز۔ کاغذ عمدہ سفید بہترین کوالٹی۔ جلد نہایت خوبصورت، مضبوط و دیدہ زیب۔

(ع۔ ق۔ ح)

تذکرہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	روزنامہ الجمعیۃ دہلی شیخ الاسلام نمبر صفحات ۳۹۰ قیمت: ۸۰ روپے پتہ۔ مکتبہ مدنیہ۔ باغبانپورہ گوجرانوالہ

شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا حسین احمد مدنی اپنے وقت کے بڑے محدث، شفیق استاد، نڈر اور بے باک رہنما، اور تحریک آزادی وحریت کے عظیم قائد تھے۔ ان کی نابغۂ روزگار شخصیت، برصغیر پاک وہند کا اعزاز، اور عالم اسلام کا سرمایہ فخر وناز ہے۔ ان کی عظمت کا آفتاب صفحہ دہر پر قیامت تک چمکتا رہے گا۔

زیر تبصرہ کتاب "الجمعیۃ دہلی" کا شیخ الاسلام نمبر ہے جس میں اکابر علماء، سیاسی قائدین، مورخوں ادیبوں، تذکرہ نویسیوں، صحافیوں، مبصروں، نقادوں اور شاعروں نے حیات شیخ الاسلام کے مختلف پہلوؤں پر نقوش ثبت کئے ہیں۔ جو حضرت شیخ الاسلام کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہیں۔ یہ عظیم علمی وتاریخی دستاویز آج سے ۲۷ سال قبل دہلی میں شائع ہوئی تھی۔ مکتبہ مدنیہ کے کارپردازاں نے اب اسے دوبارہ نئی کتابت کرا کے نئے اور حسین قالب میں ڈھال کر شائع کر دیا ہے۔ بہتر ہوتا کہ اس قابل رشک کارنامہ اور عظیم اشاعتی اقدام کو تجارتی اشتہارات وغیرہ سے خالی رکھ کر اور ترمیم واضافہ کئے بغیر ایک یادگار تاریخی دستاویز کے طور شائع کیا جاتا۔ تو حق امانت کمال دیانت کے ساتھ ادا ہوتا۔

عمدہ کاغذ، بہترین طباعت، مضبوط اور دیدہ زیب جلد بندی نے مدنی معارف اور سوانح میں مزید نکھار پیدا کر دیا ہے۔ (ع۔ ق۔ ح)

الکلام المفید فی اثبات التقلید	تالیف۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر

صفحات ۴۱۳۔ قیمت درج نہیں۔ پتہ۔ ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرت العلوم، گوجرانوالہ

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر کو باری تعالیٰ نے علم وعمل، زہد وتقویٰ، تعلیم وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف اور فرق باطلہ کی تردید میں کام کے انعام سے بھی نوازا ہے۔ موصوف کی ہر تصنیف جامع، اپنے موضوع پر شاہکار، حوالہ جات سے معمور اور لاجواب ہوتی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جب بعض کج فہموں اور حاسدین ابوحنیفہ نے بے حد زیادتیاں اور چیرہ دستیاں شروع کر دیں اور اپنے (غیر مقلدین) سوا جمہور مسلمانوں (ائمہ اربعہ کے پیرو کاروں) کو گمراہ، مشرک، بدعتی، جھوٹے اور جہنمی قرار دینے لگے (سیاحۃ الجنان ص ۴، ۵)

نیز غیر مقلدین کی مشہور کتابیں معیار الحق، ظفر المبین، ہدایۃ البلید، الارشاد، تقلید شخصی وسلفی،

نج التقلید وغیرہ اسی تحزب اور تعصب کی آئینہ دار ہیں۔

ضرورت تھی کہ نئے طرز اور جدید انداز میں مسئلہ تقلید پر جامع، مدلل اور باحوالہ بحث کرکے حقائق
شرعی تقاضے واضح کردئے جائیں جس سے عامۃ المسلمین کو نفع ہو۔ اور شاید خصم منصف مزاج بھی
ی حقیقت سامنے آجانے کے بعد اپنی ضد و عناد اور تعصب سے باز رہے۔ چنانچہ مؤلف نے اسی ضرورت
ش نظر رکھ کر شرعی حیثیت، تقلید کے لغوی اور اصطلاحی معانی، نفی و اثبات کے عقلی و نقلی دلائل
ر اہل اسلام کا مقلد ہونا، فقہ حنفی، ترک تقلید کے نتائج، تقلید پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات اور
ر متعدد ضمنی مسائل و مضامین پر سیر حاصل اور جامع بحث کرکے اتمام حجت کردی ہے۔ جو مؤلف کے
تصنیفات کی طرح مدلل، باحوالہ اور تحریر سلیس و دل نشیں ہے جسے مدرسہ نصرت العلوم کے ادارہ
و اشاعت نے عمدہ کتابت۔ اعلیٰ طباعت، مضبوط اور دیدہ زیب جلد بندی کے ساتھ طبع کردیا ہے (ع ح)

السیوف القواضب علیٰ اعناق النواصب
یعنی "تاریخ نواصب"

مؤلف عبد القیوم علوی بی اے صفحات ۲۷۲ قیمت ۱۸ روپے
پتہ پنڈ سنگریال ڈاکخانہ کولڑہ تحصیل و ضلع اسلام آباد

زیر تبصرہ کتاب میں ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندی کے تحت "تاریخ نواصب" کے نام اور عنوان سے تاریخ اسلام کو
لیا گیا ہے صحابہ کی تکفیر، سب صحابہ کی تشہیر اور اہلسنت والجماعت کو "نواصب" قرار دیا گیا ہے خال المسلمین
پ وحی حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق گندی زبان استعمال کی گئی ہے بطور نمونہ ایک دو حوالے درج ذیل ہیں۔
ان افعال شنیعہ اور عقائد قبیحہ کا بانی معاویہ بن ابی سفیان ہے ص۱۵۔ بانی ناصبیت معاویہ تھا ص۱۵۔ اہلسنت کے نزدیک بالاجماع
ی اور ناصبی کافر ہیں ص۲۔ اہلسنت کے نزدیک نواصب کتے اور خنزیر کے برابر ہیں ص۱۱۔ ملاحظہ فرمایئے کیسے جرأت کیساتھ کتا، خنزیر اور
قرار دیا جارہا ہے۔ معاویہ بت فروش تھا ص۲۶۔ معاویہ تو شراب نوشی کا کاروبار کرتا تھا ص۲۷

کتاب کیا ہے حضرات صحابہ سے لیکر اکابر علماء دیوبند تک کے سلف صالحین اکابر اولیاء، علماء اور ائمہ عظام کو ناصبی قرار دے کر
ی تغلیط و تجہیل اور تکفیر کی گئی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ مؤلف ادارہ تحقیقات اسلامی یا اسلامی یونیورسٹی سے مسلمان کے عنوان
وابستہ ہے حالاں کہ مسلمان کبھی بھی ایسی گندی زبان نہیں استعمال کرسکتا۔ شرم و حیا، قرآنی، اخلاقی اور انسانی
و سے قطع نظر اس سے ناموس صحابہؓ آرڈیننس کی بھی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔ اس وقت غیرت و ایمان اور ملکی
ن کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کتاب کو فوراً ضبط کرلیا جائے۔ اور ناشر و مؤلف کو قرار واقعی سزا دی جائے
اب بھی قانون نافذ کرنے والے ادارے حرکت میں نہ آئے تو یہ خدا تعالیٰ کے صبر و تحمل اور غیض و غضب کو
ت دینے کے مترادف ہوگا۔ خدا نہ کرے کہ ہماری غفلت، کشتی ملت کی تباہی کا ذریعہ بن جائے۔ ولا فعلہا اللہ

(ع۔ ق۔ ح)

دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر
شیشہ
خواجہ
خواجہ گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ
شاہراہ پاکستان ——— حسن ابدال
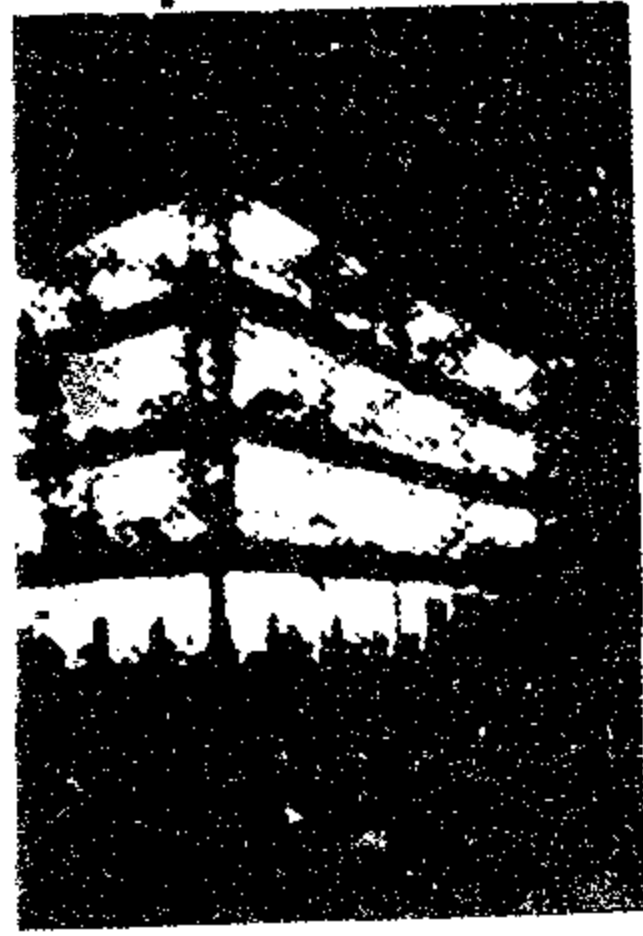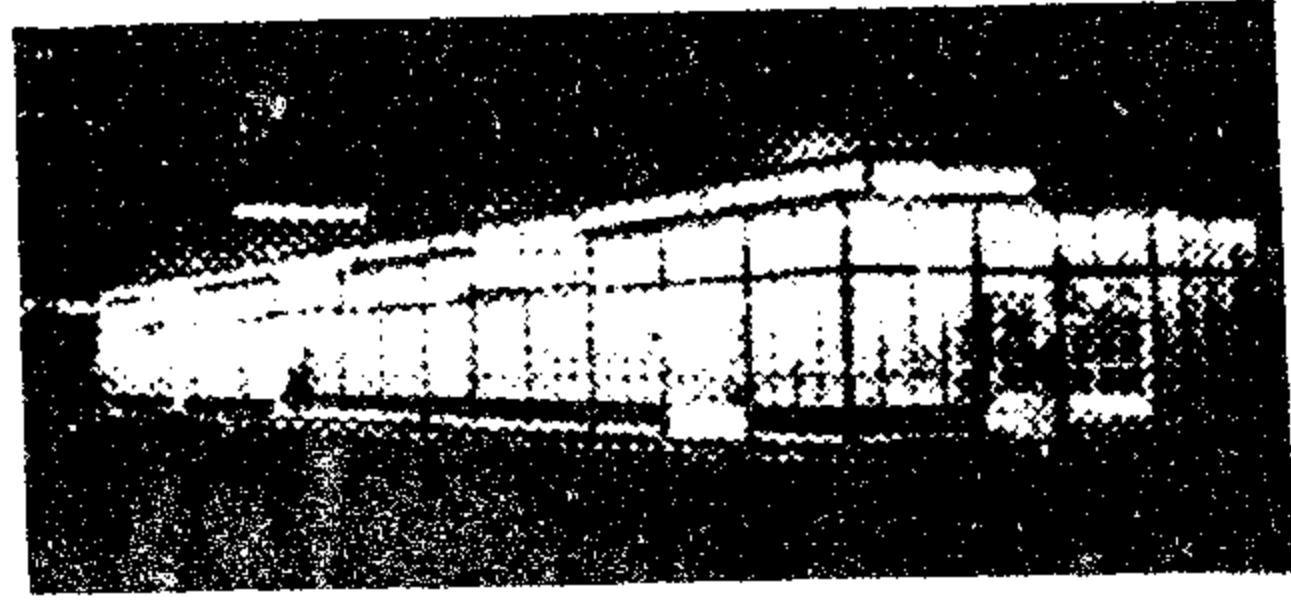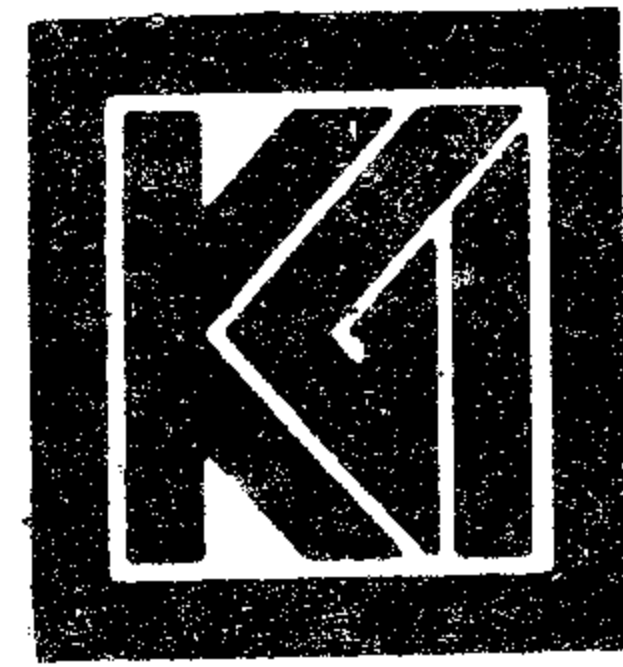
تمہارے پروردگار کی عنایات تمام کے لئے یکساں ہیں۔
اِن کے لئے بھی اور اُن کے لئے بھی
تمہارے پروردگار کی عنایات تو عام ہیں۔ کسی پر بند نہیں۔

پاکستان کو تیل میں خود کفیل بنانے کا قومی عزم

PID(ISLAMABAD)

مطبوعاتِ مؤتمر المصنّفین

دعواتِ حق

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے خطبات اور ارشادات کا عظیم الشان مجموعہ دین و شریعت اخلاق و معاشرت علم و عمل، عروج و زوال، نبوت و رسالت، شریعت و طریقت۔ ہر پہلو پر حاوی کتاب صفحات ۶۷۵، بہترین ڈائی دار جلد، قیمت -/۲۵ روپے ——— جلد دوم -/۳۰ روپے

قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ

قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے دینی و ملی مسائل پر قراردادیں، مباحث، تقاریر اور قراردادوں پر ارکان کا ردِ عمل، آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد کی مدلل اور مستند داستان، ایک سیاسی و آئینی دستاویز، ایک اعمالنامہ جس سے وکلاء سیاستدان، علماء اور سیاسی جماعتیں بے نیاز نہیں ہوسکتیں، صفحات ۴۰۰، قیمت پندرہ روپے۔

عبادات و عبدیت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تقاریر کا مجموعہ، بندگی اور اسکے آداب، عبادات کی حکمتیں اور اعمال صالحہ کی برکات، اللہ کی عظمت و محبوبیت اور دیگر موضوعات پر عمدہ کتاب۔ صفحات ۸۸، قیمت -/۳ روپے

مسئلہ خلافت و شہادت

مسئلہ خلافت و شہادت حسینؓ، تعدیل صحابہؓ وغیرہ پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی مبسوط تقریر مولانا سمیع الحق کی تعلیقات و حواشی کے ساتھ صفحات ۱۰۴ قیمت -/۳ روپے۔

اسلام اور عصرِ حاضر

از مولانا سمیع الحق مدیر الحق

عصرِ حاضر کے تمدنی، معاشی، اخلاقی، سائنسی، آئینی، تعلیمی اور معاشرتی مسائل میں اسلام کا مؤقف، عصرِ حاضر کے علمی و دینی فتنوں اور فرقِ باطلہ کا تعاقب، بیسویں صدی کے کارزارِ حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک، مغربی تہذیب کا تجزیہ پیش لفظ از مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، صفحات ۲۴۰ جلد سنہری ڈائی دار قیمت -/۳۰

قرآنِ حکیم اور تعمیرِ اخلاق

از مولانا سمیع الحق مدیر الحق

تعمیرِ اخلاق، اصلاحِ معاشرہ، تطہیرِ نفس میں قرآنِ حکیم کا معتدلانہ انداز اور حکیمانہ طرزِ عمل، عبادات کا اخلاقی پہلو۔ قیمت -/۳ روپے۔

الحاوی علی مشکلات الطحاوی

شیخ الحدیث مولانا زکریا سہارنپوری، شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان کاملپوریؒ اور مظاہر العلوم کے دیگر ممتاز محدثین کے مشترکہ غور و فکر کا نتیجہ طحاوی شریف کی تقریباً ایک سو مشکلات کا حل۔ قیمت بارہ روپے۔

ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری (عربی)

از قلم حضرۃ مولانا محمد فرید صاحب مدرس و مفتی دارالعلوم حقانیہ،

بخاری شریف کی قدیم مبسوط شروح اور امالی اکابر سے زیرِ بحث مسئلہ پر مباحث کا خلاصہ، مختصر اور جامع شرح جلد اول صحیح بخاری کی کتاب العلم پر مشتمل ہے۔

برکۃ المغازی (عربی)

از مولانا محمد حسن جان صاحب استاذ دارالعلوم حقانیہ۔ بخاری شریف کی کتاب الجہاد والمغازی اور حدیث وصیۃ زبیرؓ کے متعلق تحقیقی مباحث۔ قیمت چار روپے۔

اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کی غیر مطبوعہ مبسوط تقریر۔ انسان کی حقیقی کامیابی کا معیار اللہ کی نظر میں کیا ہے۔ مرتبہ مولانا سمیع الحق قیمت ایک روپیہ۔

ارشاداتِ حکیم الاسلام

از علامہ قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

دارالعلوم حقانیہ میں معجزات انبیاء، دارالعلوم دیوبند کی روحانی عظمت اور مقام پر حضرت قاری صاحب مدظلہ کی حکیمانہ اور عارفانہ تقریریں۔ قیمت -/۱.۵۰ روپیہ۔

مؤتمر المصنّفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور۔ پاکستان

REGD-NO.P-90

AL-HAQ

FID (Islamabad)
Paragon